

آزار لذت

عزیزیار خان

لذتِ آزار

محمد عزیز یار خان یارؔ

کہتی ہے مجھ سے لذتِ آزارِ ہجرِ یارؔ
اچھا ہے دردِ دل کو نہ اچھا کرے کوئی

انتساب

یارانِ بے دیار کے نام

بیاد

انیس جہاں

نفیس جہاں

و

پیارے میاں

(محمد عتیق یار خان)

انتخاب وترتیب: خواجہ رضی حیدر

محمد قدیر یار خان

اہتمامِ کاغذی طباعت: تعبیر احمد آغائی

اہتمامِ برقی طباعت: راشد اسحاق

اہتمامِ برقی کتابت وتدوین: صائمہ اسحاق

ترتیب

5۔ الٰہی اپنی حالت کا کسے میں ترجماں کرلوں

6۔ ہر شے میں عکسِ حسنِ رخِ یار دیکھنا

7۔ عقل و حس کا سمع و بینائی کا اندازہ نہ تھا

8۔ ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے داستانِ اضطراب

9۔ دل میں روشن تھی کبھی مشعلِ ارمانِ حیات

10۔ حکم ہے نشرِ محبت کی کہانی نہ کریں

11۔ کوئی ہمدم کوئی مشرب نہیں

12۔ مہرِ تاباں تھا کبھی طالعِ بیدارِ حیات

13۔ یوں یاد آئیں ان کی جفائیں تمام رات

14۔ رہنا ہی پڑا مجھ کو محرومِ وصال آخر

15۔ میں ہوں اک خاک نشیں بے سروساماں کی طرح

16۔ مجھ کو وفا پسند ہے ان کو جفا پسند

17۔ اس کی نگاہِ ناز سے اللہ بچائے

18۔ پھرتا ہوں راہِ شوق میں حیراں ترے بغیر

19۔ خودی سے میں گزر رہا ہوں مجبور رہ کر

20۔ دل کو تھا ہر چند شوقِ رقصِ بسمل کا لحاظ

21۔ میں نے جب دیکھا کسی کے حسنِ تاباں کی طرف

22۔ شعاعِ مہر سے کچھ ساز بازِ شبنم ہے

23۔ اللہ اللہ آج ہیں کیا کیا میرے سامانِ عشق

24۔ سرگرمِ تجلی ہے وہ خونِ رگِ جاں تک

25۔ آج آتے ہیں نظر وہ مہربانِ دردِ دل

26۔ دل میرا آبگینۂ عرفاں ہے آج کل

27۔ یوں چھیڑ زندگی کو کہ سازِ رباب ہو

28۔ حسن خود دے رہا ہے دعوتِ عام

29۔ نا قابلِ یقیں ہیں قول و قرارِ عالم

30۔ گر نہیں غم سے آشنا آدمی آدمی نہیں

31۔ دل یوں ہے عکسِ روئے منور لیے ہوئے

32۔ تھا شوقِ نمائش اس کو بھی کیا حسن پہ یہ الزام نہیں

33۔ ہے کون ہمت افزا ارمانِ زندگی میں

34۔ بیٹھا ہوں اس طرح میں تری راہ گزار میں

35۔ گل کے دامانِ حسین خار تک آ پہنچے ہیں

36۔ منہ لگاتا کوئی اب مجھ کو سرِ مو بھی نہیں

37۔اشکِ غم آنکھ میں آ آ کے مچل جاتے ہیں

38۔ذکر ہم ان کا صبح وشام کریں

39۔لطف ہے زندگی کا جب دل سا الم نواز ہو

40۔بے سودا اپنے دل کا سہارا کہیں نہ ہو

41۔ہماری کائناتِ زندگانی دیکھتے جاؤ

42۔میرے دلِ غمگیں سے آزاد یہ کاوش ہو

43۔نہ جانے مجھ سے عداوت ہے کیوں زمانے کو

44۔کھیل ان کا ہستیٔ دلِ ناشاد ہوگئی

45۔اٹھا جب پردہ ءحسنِ نظر آہستہ آہستہ

46۔سکونِ زندگی حاصل نہیں ہے

47۔دردِ دل وجگر غمِ پنہاں لیے ہوئے

48۔دل میں بس رنج وغم رہ گئے

49۔نگاہِ شوق اپنی جس طرف اس نے اٹھا دی ہے

50۔آنکھ دی ہے تو عطا کر مجھے بینائی بھی

51۔کس نے اپنی جھلک دکھائی ہے

52۔کچھ اتنا بڑھ گئے ہیں آغوشِ غم میں پل کے

53۔گلوں پر جو شبنم گری روتے روتے

54۔وہ بقدرِ طلب نگاہ میں ہے

55۔یہ کون دے رہا ہے فریبِ نظر مجھے

56۔خوب ہے ان کی دلستانی بھی

57۔یہ تقاضائے حسنِ فطرت ہے

58۔یہ حقیقت ہے حقیقت جو تری جان گئے

59۔دل میں وہ بیٹھے ہوئے ہر چند تابندہ رہے

60۔سرِ شامِ غم جو چراغ دل تیرے انتظار میں جل گئے

61۔تھے بے نیازِ ہستی واقف نہ تھے خودی سے

62۔میں خوش ہوتا ہوں جب کوئی ستم ایجاد ہوتا ہے

63۔دل سے خیالِ دنیا موہوم کر دیا ہے

64۔تا کجا حدِ اعتبار گئی

65۔کسمپرسی کا اب یہ عالم ہے

66۔فکرِ منزل ہے نہ فکرِ جادہء منزل مجھے

67۔میں راہروِ محبت تو میرا رہنما ہے

68 تو رنگِ چمن دکھا یا بوئے گلِ تر دے

تعارف

سچ پوچھیے تو کسی شاعر کا تعارف خود اس کا اپنا کلام ہوتا ہے۔ ہر بڑا شاعر اپنے کلام کا مصور ہوتا ہے اور اپنے عہد کا خالق بھی۔ وہ اپنے تخیل کی رنگینی، خیالات کی بلندی، تصورات کی بوقلمونی سے شاعری کو نکھارتا اور جذباتِ خفتہ کو جگاتا چلا جاتا ہے۔ اس کی روح کی پاکیزگی، اس کے کردار کی رفعت اس کے آئینہء شاعری میں عکس افگن ہوتی رہتی ہے۔ گزرتے ہوئے ماہ و سال کی گردش، ابتلا و آلام کی تاریکیاں، خانہء دل کی ویرانیاں، آرزوؤں کی پامالیاں، جہانِ تمنا کی مسرت سامانیاں، اس کی روح کی تب و تاب، اس کے سوز و گداز کو بڑھاتی جاتی ہیں وہ اپنے تخیل کی رنگینی سے گوناں گوں جذباتِ انسانی کے مرقعے کھینچتا جاتا ہے۔

ایسی ہی شاعری میرے بزرگ و مشفق جناب محمد عزیز ریار خان صاحب کی ہے جو اپنا تخلص یار فرماتے ہیں۔ آپ کے جدِ امجد جو آفریدی خیل سے تھے ان دیگر ہزاروں پٹھانوں کے

ہمراہ یہاں آ گئے تھے۔ جن کو شاہجہاں بادشاہ کی حکومت کے دوران بہادر خان اور دلیر خان فوجی افسران نے پشاور اور سرحد سے لاکر شاہجہانپور اور ہردوئی کے مفتوحہ علاقاجات میں آباد کیا تھا۔ یارؔ صاحب کے دادا محمد اللہ یار خان صاحب مرحوم جب فوجی ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو قائم گنج سے منتقل ہو کر فرخ آباد آ گئے اور محلہ اُمیٹھی میں سکونت پزیر ہو گئے۔ بعدازاں ان کے بڑے لڑکے محمد سعادت یار خان صاحب آفریدی یعنی یارؔ صاحب کے والد مرحوم بسلسلہء ملازمت پولیس لکھیم پور چلے گئے جہاں یارؔ صاحب کے نانا عبدالرحمان صاحب مرحوم بطور اسسٹنٹ ڈاکٹر اسپتال میں کام کر رہے تھے۔

مختصر یہ کہ یارؔ صاحب نے وہاں اردو مڈل پاس کرنے کے بعد انگلش اسکول میں داخلہ لیا اور وہیں سے شاعری کا ذوق پیدا ہوا اور اپنے فارسی کے استاد جناب بدر صاحب سے اصلاحِ کلام لیتے رہے۔ انٹرنس کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا اس کے بعد آپ مقامی مشاعروں میں شرکت کرنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ آپ کی مقبولیت بڑھتی گئی۔ دادو تحسین سے ہمت بڑھی، حسنِ سادہ لوح کو دل میں اتارنے کے لیے مزاجِ یار میں اور بھی گہرائیاں پیدا ہونے لگیں، یہاں تک کہ خرد و جنوں، ہوش و بےخودی، سادگی و پُرکاری اور سادہ مزاجی ان کے کلام کی خصوصیات بن گئیں۔ جذباتِ انسانی کو اس صفائی سے ادا کرتے ہیں کہ جیسے سب کچھ کہہ کر بھی کچھ نہیں کہا۔ ان کے رنگا رنگ اچھے برے تجربات ان کی شاعری کی جان ہیں جو صاحبِ ذوق کو اپنی طرف متوجہ بھی کرتے ہیں۔

پورے مجموعہ کلام کو پڑھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یاؔر صاحب نگاہِ حسن شناس رکھتے ہیں اور غزل کو زندگی سے قریب تر کرنے والوں میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ان کی غزل میں لکھنو کی زبان و بیان کی لطافت و چاشنی بھی ہے اور دہلی کا رنگ بھی۔آپ کے نزدیک گو منزلِ محبت تک پہنچنے کے لیے شاعر سب مشکلات سے بے نیاز ہو کر صبر و انتظار ہی میں لطف و حظ محسوس کرتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں پر یاؔر صاحب کے مجازی اور حقیقی عشق کی سرحدیں مل جاتی ہیں اور وہ الحق ہو حق کا نعرہ لگاتے نظر آتے ہیں۔درمیانی مدارج سے گزرنے کا اظہار مختلف افکار و اسلوبِ بیان سے کیا جاتا ہے جسے شاعر الفاظ کے انتخاب اور نشست و برخواست میں ایسی فنکارانہ چابکدستی سے کام لیتا ہے کہ غزل کا ہر شعر خود باتیں کرنے لگتا ہے۔یہ ذکر مجازی ہو یا زلفِ یار سے چھیڑ چھاڑ، وہ بے وفائی محبوب ہو یا جفائے یار کی شکوہ سنجیاں کہ فراق و ہجر کی داستانِ تلخ، یہ مجاز سے حقیقت کی طرف پرواز ہو یا حسنِ ازل کی تجلیوں کی کوند، سب شاعر کے اعجازِ شاعری اور فنکاری کے ہاتھوں زندہ اور تابندہ حقیقتیں بن کر ہماری روح کی بالیدگی، ہمارے خیالات کی تزئین کا سامان فراہم کرتی ہیں۔

زیرِ نظر انتخابِ کلام جس کے تعارف کی سعادت مجھے حاصل ہو رہی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے یاؔر صاحب اور ان کی شاعری کو بہت قریب سے دیکھا اور سمجھا ہے ان سے بہت کچھ استفادہ بھی کیا ہے۔شاعر سے ذاتی تعلق کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یاؔر صاحب کی ساری زندگی سادگی اور خلوص کا ایک پیکر ہے۔اس تعارف

میں صرف چند اشارے ان خصوصیات کی طرف کیے گئے ہیں جن سے شاعر کی عظمتِ فکر، اس کے تخیل کی رنگینی، اس کے والہانہ جذبات کے چھپے ہوئے گوشوں کی طرف رونمائی ہوگی۔ آپ کی نظمیں زیادہ تر اخلاقی ہیں۔ جس میں صراحت و سادگی کی مضبوط گرفت قلبی تاثر کی مظہر ہے۔ آپ نے میرے والد صاحب مرحوم کے انتقال پر جو تاریخِ وفات لکھی ہے اس میں مرثیہ کے ساتھ ساتھ غزل کے رنگ کی آمیزش اس خوبصورتی سے کی ہے کہ ہر ایک شعر دل میں اترتا چلا جاتا ہے اور شاعر کی قادر الکلامی کا پتا دیتا ہے اس کے کچھ شعر سنیے کہتے ہیں

؎ مکدّر رہے فضا کیوں بے کسی سے — گیا ہے کون بزمِ آگہی سے
؎ کہاں کا دورِ ساغر کیسا مینا — کہ سب اترے ہوئے ہیں اپنے جی سے
؎ یہ مانا وہ ابھی کچھ اور جیتے — مگر کیا زور حکمِ ایزدی سے
؎ عبث ہے شکوہء دنیا عبث ہے — کبھی کی ہے وفا اس نے کسی سے

غزل کے چند اشعار مندرجہ ذیل ملاحظہ ہوں

؎ فرمایئے تو مجھ سے ہوا کیا قصور آج — دیکھا تھا میں نے آپ کی جانب ضرور آج
؎ حالِ بیمارِ غم تھا جو تھا پہلے — حالِ بیمارِ غم وہی ہے ابھی
؎ آتی نہیں ہے نیند مجھے جاگنے کے بعد — شب کی خموشیوں میں پکارا نہ کیجئے
؎ دنیا کے ہر اک رنگ سے گزرا ہوں میں لیکن — دنیا کا کوئی رنگ مجھے راس نہ آیا

؎ چل رہا ہے کس قدر عالم غلط　　　　چاہتا ہے عیش سے ہو غم غلط

جہاں آپ کی سادگی کا یہ حال ہے وہاں آپ کی پروازِ تخیل کا یہ عالم بھی ہے کہ حقیقت کی اس منزل پر پہنچ جاتی ہے جہاں آپ یوں سخن گو ہوتے ہیں۔

؎ شعاعِ مہر سے کچھ ساز بازِ شبنم ہے　　　　گلوں کا رنگ اڑا جا رہا ہے بُو کم ہے

؎ بڑھائے جا مری دیوانگی بڑھائے جا　　　　تجھے بھی محوِ تماشہ بنا نہ دوں تو سہی

؎ رنگ و بوئے چمن دہر میں ہر چند چھپے　　　　دیکھنے والے مگر آپ کو پہچان گئے

؎ زندگی تو شامِ زنداں کی نہیں ناخوشگوار　　　　میری فطرت ہی مگر کچھ مائلِ پرواز ہے

؎ رسائی پھر بھی وہاں تک ہے شرطِ عزم و یقین　　　　ہوائے کوچہ ءمحبوب ساز گار تو ہے

اسے گردشِ ایام کہوں یا آشوبِ زمانہ کہ یارؔ صاحب کو یارانِ ہند کی صحبت سے اور یہاں کی ادبی محفلوں اور ادبی نشستوں سے محروم ہونا پڑا یعنی آپ کو سرکاری ملازمت چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ یہاں آ کر آپ کا دیوان چوری ہو گیا جس نے آپ کو شاعری سے کچھ بددل سا کر دیا مگر چونکہ آپ کی طبیعت میں جولانی، احساس میں جمالیاتی رنگینیاں aesthetic sense اور مزاج میں شوخی بدرجہ اتم موجود ہے اس لیے آپ کی نگاہِ حسن شناس ایک ایسی دلکش فضا بناتی رہی ہے کہ جس سے روحِ شاعر سنور اور نکھر کر اشعار کے قالب میں ڈھلتی رہی۔ آپ نے غزلیات کے علاوہ زمانہ سے متاثر ہو کر نظمیات اور قطعات بھی لکھے ہیں۔ آپ شاعری کی پرانی قدروں old values کی پامالی سے بہت

دل برداشتہ ہیں۔ آپ روایتی اور غیر روایتی شاعری کے چکر سے بلند ہو کر فرماتے ہیں اور جدید شاعری کو پسند نہیں کرتے۔ آخرِ عمر میں آپ کچھ پریشان خاطر بھی نظر آتے ہیں مگر اس کی پردہ پوشی کو مدِ نظر رکھتے ہیں اور رواداری کو حتیّ الوسع اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں

؎ عجیب چیز ہے نیرنگیٔ محبت بھی　　　کہ درد دل میں ہے اور مسکرا رہا ہوں میں

مگر تابہ کے۔۔۔۔۔۔۔ بالآخر زمانے کی کج روی اور اپنوں کی عدم توجہی سے مجبور ہو کر ساری کوتاہیوں کو اپنے سر لے لیتے ہیں اور یوں فرماتے ہیں

قطعہ

مجھ کو اپنی بے گناہی کا خیالِ خام ہے
بر سرِ فردِ گُنہ اے یارؔ میرا نام ہے
ہو کے نادم توبہ کرنا وردِ صبح و شام ہے
عفو کرنا یا نہ کرنا اب یہ اس کا کام ہے

شکیلہ منزل جیل روڈ سول لائنز
علی گڑھ
جمعہ 25 اپریل 1986

ڈاکٹر سید عظمت علی (علیگ)
ایم کام، پی ایچ ڈی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

تبصرہ

شاعری انسان کی شخصیت کا عکس بھی ہے اور آئینہ بھی اسی لیے اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کی شاعری اس کا احوال ہوتی ہے اور اس میں ہم اس شخص کی شخصیت کے پرتو دیکھ سکتے ہیں عزیز یار خان کی شاعری بھی دراصل ان کا احوال ہے۔ اس میں جگہ جگہ ان کی زندگی کے عکس چہرہ نمائی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں تنہائیوں کی کوکھ سے جنم لیتی ہوئی سرشاریاں ہیں اور کہیں سرشاریوں کے پہلو سے اٹھتا ہوا آزردہ تمناؤں کا شور۔ کہیں درماندگی ہے اور کہیں حال کی ہجرتوں کا شعور۔ یہی احوالِ شاعر ہے اور یہی قالِ شاعر۔

میں نے عزیز یار خان کی شاعری میں جذبے کی فراوانی اور اظہار کی روانی دیکھی ہے۔ وہ شاعرانہ رموز نکات پر نہ صرف قادر ہیں بلکہ ان کے قائل بھی۔ اسی لیے ان کے یہاں فی زمانہ شعرا کی طرح احساس کا مرکز آشوب ذات نہیں بلکہ آشوبِ کائنات ہے اور یہی بات

ان کو اپنے ہم عصروں اور ہم عمروں میں ممتاز و ممیز کرتی ہے۔

یہ بات ضرور ہے کہ عزیز یار خان کی شاعری کے حوالے سے ان کا نام کسی مجلسِ قرطاس و قلم کی زینت نہ بن سکا اور ان کی نمود و نمائش سے گریز کی روش ہی دراصل ان کی عدم شہرت کا باعث بنی رہی، اگر وہ دورِ حاضر کی نشری، اشاعتی اور تشہیری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی تھوڑی سی بھی کوشش کرتے تو کم از کم پاکستان کی حد تک تو انہیں مشہور و معروف شعرا کی صفوں میں اپنے آپ کو شامل کرنے میں کسی قسم کی دقت اور دشواری نہ ہوتی۔

قابلِ مبارکباد ہیں ان کے فرزند قدیر یار خان۔ جنہوں نے ان کے ادبی شہ پاروں کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا نہ صرف پروگرام مرتب کیا بلکہ ان کی کوششوں اور کاوشوں سے عزیز یار خان کا دیوان "لذتِ آزار" کے نام سے منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ جس پر فارسی کی یہ مثل پوری طرح صادق آتی ہے

اگر پدر نہ تواند، پسر تمام کند

بہر حال خوشی ہے کہ "لذتِ آزار" جو عزیز یار خان کی ادبی شہ پاروں کی ہر طرح آئینہ دار ہے اب کسی گمنام ذاتی لائبریری کی زینت نہیں بلکہ ہمارے قومی ادب کا ایک جاندار اور متحرک حصہ بن چکی ہے جس سے دورِ حاضر ہی کا سخن فہم طبقہ استفادہ نہیں کرے گا بلکہ اس کے ذریعہ آنیوالی نسلیں بھی مستفید ہوں گی۔

اشتیاق اظہر

تبصرہ

انسان کی بہت کم اچھی عادتیں ایسی ہیں جو لگ جائیں تو پھر نہیں چھوٹتیں۔شاعری ان میں شامل ہے۔شعر کہنا اس کی طبیعت، اس کے مزاج کا حصہ بن جاتا ہے۔وہ خود اپنی شاعری میں مگن رہتا ہے۔دوسرے آکر اس کی لذت میں شریک ہو جائیں تو اس سے اس کی خوشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔عزیز یار خان شاعروں کے اسی گروہ میں شامل ہیں۔وہ کہتے ہیں

دنیا کے ہر ایک ہر اک رنگ سے گزرا ہوں میں لیکن
دنیا کا کوئی رنگ مجھے راس نہ آیا

زندہ رہنے کی یہ ہمت ان کی اپنی ذاتی صفت ہے اور ان کی شاعری اسی صفت سے عبارت ہے وہ صرف رنگِ بہار کے متلاشی نہیں بلکہ خزاں کی بے رنگی کے عادی ہونے کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔

کبھی پھر دیکھ لوں گا موسمِ گل کے مناظر بھی
میں پہلے اپنے دل کو مائلِ رنگِ خزاں کرلوں

زندگی میں بے نیازی کا یہ انداز بڑے عزم و حوصلے کی بات ہے اور جب تک دل میں ایسا عزم موجود نہ ہو اس وقت تک محض خیال شعری پیکر اختیار نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔عزیز یار خان کے اشعار میں آپ کو کوئی حیرت انگیز، کوئی چونکا دینے والی بات اور صوت و آہنگ کا کوئی نیا تجربہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ زندگی کے بہت سے رنگ اور کیفیتیں ایسی ہیں جن سے تحیر میں مبتلا ہوئے بغیر انسان ان کی گہرائیوں میں ڈوب سکتا ہے۔ یہ بھی زندگی بسر کرنے کا ایک انداز ہے۔عزیز یار خان کے اشعار عموماً اسی انداز کی ترجمانی کرتے ہیں۔انہوں نے کہا ہے

اپنی منزل سے بہت آگے نکل آیا ہوں
شوقِ منزل میں رہا مجھ کو نہ منزل کا لحاظ

شوق کا یہ جذبہ بے اختیار منزلوں کو گردِ راہ بنا دیتا ہے اور یہی جذبہ عزیز یار خان کے دل میں موجزن ہے۔ان کی شاعری اسی جذبے کی تحریک کا نتیجہ ہے۔اپنے مجموعے کے لیے انہوں نے "لذتِ آزار" کا جو عنوان پسند کیا ہے وہ زندگی کے بارے میں ان کے رویے کی ترجمانی کرتا ہے۔زندگی کے احساسات اور تجربات تو انسانوں میں مشترک ہوتے ہیں لیکن ہر انسان ان کو لفظوں یا رنگ و آہنگ کے پیکر میں نہیں ڈھال سکتا۔ہاں یہ ضرور ہے کہ نغمے سے، فن پارے سے، شعر سے حسبِ توفیق لطف اندوز سب ہو سکتے ہیں اور آپ دیکھیں تو

اس مجموعے میں آپ کو ایسے بہت شعر مل جائیں گے جن سے آپ پوری طرح لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

پروفیسر حسنین کاظمی

تبصرہ

غزل ایک آئینہ ہزار جلوہ ہے۔ ہر دیکھنے والا اپنے ذوقِ جمال کی روشنی میں اسے جانچتا اور پرکھتا ہے۔ یہی جانچ اور پرکھ اس کی خوبی بن جاتی ہے۔ ولیؔ سے لے کر میرؔ تک اور میرؔ سے لے کر غالبؔ تک یہی سلسلہ ملتا ہے اور پھر ہم اسے اپنے دور میں جاری و ساری پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غزل کا بڑے سے بڑا نقاد بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ غزل کیا ہے اور اس کو کیا ہونا چاہیے۔ ذاتی معاملات، حسن و عشق کی واردات، جذبات و احساسات کا مدوجزر، سیاسی شعور کی رنگا رنگی اور خارجی عوامل کی بوقلمونی۔ یہ سب غزل کے موضوعات سے تعلق رکھتے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہر شخص اپنے نقطۂ نظر کو غزل کے پردے اور اسلوب میں منکشف دیکھنا چاہتا ہے اور جب دیکھ لیتا ہے تو اسے تکلیف ہوتی ہے۔ قدیم و جدید کے تمام مباحث اسی ذیل میں آتے ہیں۔

میں عزیز یار خان یارؔ کو نہیں جانتا۔ مجھے یہ بھی تصدیق نہیں کہ انہوں نے کن اساتذہ سے فیض اٹھایا، کن بزرگوں سے ان کو نسبت رہی البتہ ان کی بیاض سے ان اساتذہ اور بزرگوں سے وابستگی کی نشاندہی ہوتی ہے جنہوں نے عزیز یار خان یارؔ کی صلاحیتوں کو اجاگر کیا، ان کی فکر کو جِلا دی اور ان کے فکر اور وجدان کو آگے بڑھایا۔

محمد عزیز یار خان یارؔ، جگرؔ کی شاعری سے بہت متاثر معلوم ہوتے ہیں ان کی اکثر غزلیں جگرؔ کی ردیف وقوافی اور زمینوں میں ہیں۔ جگرؔ ہی کی طرح ان کی غزلوں میں بھی بے ساختگی، سرمستی اور والہانہ پن پایا جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ جگرؔ کے اس قدر قریب ہوجاتے ہیں کہ فرق کرنا دشوار ہوتا ہے۔ محمد عزیز یار خان کے کلام کی یہ خوبی ایسی ہے کہ جو ان کو اپنے دیگر معاصرین سے الگ اور ممتاز کرتی ہے اور اس حقیقت کا سراغ دیتی ہے کہ عصری شعور کی روح معاصرین کے خیالات اور فکر میں کس طرح سرایت کرتی اور دوڑتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ شاعر کا اپنی ترنگ اور عرفانِ اشیا سے ایک مختلف رنگ اور مزاج بنتا چلا جاتا ہے۔ جس طرح جگرؔ اور اصغر کی شاعری میں ایک واضح فرق اور امتیاز موجود ہے۔ عزیز یار خان کی بعض غزلوں کے اشعار درج کر رہا ہوں۔ یہ جگرؔ ہی کی طرحوں میں کہے گئے ہیں لیکن اس میں عزیز یار خان اپنے مزاج کی رہنمائی میں مکالمہ کرتے نظر آتے ہیں

عالمِ شوق یہ ہے اب تیرے دیوانوں کا
فکر داماں کی نہ ہے ہوش گریبانوں کا

کہتی ہیں راہِ شوق کی ناکامیابیاں
ہوں گی نہ مشکلیں مری آساں ترے بغیر

یہ ذوقِ نظر ہے کہ حسنِ طلب ہے
نظر آرہے ہیں وہ مستور ہوکر

سناتا ہے کوئی محبت کے نغمے
کبھی پاس آکر کبھی دور ہوکر

دل میرا آبگینہءعرفاں ہے آج کل
شمعِ جمالِ یار فروزاں ہے آج کل

ہے اہتمامِ جوشِ بہاراں جو ہر طرف
میرا جنوں بھی دست وگریباں ہے آج کل

ہر ایک شے کو نظر سے گرا رہا ہوں میں
کسی کے حسن کو اپنا بنا رہا ہوں میں

یاد ان کو بے پناہ کیے جا رہا ہوں میں
لوگو !تمہیں گواہ کیے جا رہا ہوں میں

یوں اٹھ رہی ہیں میری محبت یہ انگلیاں
جیسے کوئی گناہ کیے جا رہا ہوں میں

گر نہیں غم سے آشنا آدمی،آدمی نہیں
عیش ہے ننگِ زندگی،حاصلِ زندگی نہیں

کچھ کھیل نہیں،آسان نہیں ،ہر شخص کے بس کا کام نہیں
ہے اذنِ محبت عام مگر تکمیلِ محبت عام نہیں

راز آشنائے ہوش تھا پیتا چلا گیا

در پردہ چشمِ یار پلاتی چلی گئی

کبھی تو میری شبِ تار بھی منور ہو

کبھی تو بخش دو عزت غریب خانے کو

یہ اور اس طرح کی کئی اور غزلیں جگرؔ کی غزلوں کی یاد دلاتی ہیں اس کے باوجود لب ولہجہ کا فرق ان کو جگرؔ کے مزاج سے الگ کرتا ہے۔ محمد عزیز یار خان کے کلام میں فکر بھی ہے اور روایت کا وہ تسلسل بھی جس کی آبیاری ہمارے متقدمین اور متوسطین نے کی ہے اور جسے ہم تک پہنچایا ہے۔ یہ روایت ہی کا تسلسل ہے کہ محمد عزیز یار خان کے کلام پر صرف جگرؔ ہی کی نہیں بلکہ کہیں کہیں اصغر، حسرتؔ، میرؔ اور غالبؔ کی چھوٹ بھی پڑتی ہے اس بنا پر ہم یہ کہیں تو غلط نہیں ہوگا کہ محمد عزیز یار خان یارؔ کے کلام میں میرؔ کی سادگی، غالبؔ کی پختگی، حسرتؔ کی شوخی، اصغرؔ کی سنجیدگی اور جگر کی سرمستی پائی جاتی ہے۔ جن لوگوں کی نگاہ غزل کی روایت اور اس کے تسلسل پر ہے وہ عزیز یار خان کے کلام اور ان کے انداز و مزاج کو ضرور پسند کریں گے۔

والسلام

عبدالروف عروج ۔ کراچی؛ یکم اگست 1986

غزل کے روایتی حسن کے امین

آج سے تقریباً اٹھائیس سال قبل جب میرے والد کھارادر کی رہائش ترک کر کے ناظم آباد پہنچے تو ہم کو محمد عزیز یار خان یار کا پڑوس میسر آیا۔ وہ نہایت کم آمیز و خوش گفتار، وضع قطع میں بہت نفیس اور معاملات میں نہایت کھرے تھے۔ آنکھوں میں غیر متوقع عجز و انکسار کے باوجود چال میں ایک مخصوص تمکنت تھی جو ہر قدم پر ان کے آفریدی پٹھان ہونے کی گواہی دیتی رہتی تھی۔

اس وقت ناظم آباد کے تمام بلاک آبادی کے اعتبار سے تقریباً غیر آباد تھے۔ چنانچہ جو گنے چنے مکانات تھے ان کے مکینوں کے درمیان اخلاص و بھائی چارہ انصارِ مدینہ کی یاد دلاتا تھا۔ ناظم آباد پہنچنے پر ابھی ہمارے گھر میں پہلا چولھا گرم نہیں ہوا تھا کہ عزیز یار خان کے گھرانے سے ہمارے ایسے مراسم استوار ہو گئے کہ ان پر برسوں کی شناسائی کا گمان گزرتا

تھا۔عزیز یار خان کے صاحبزادے محمد جمیل یار خان آفریدی جو میرے ہم سِن تھے، میرے "دیوار شریک بھائی" قرار پائے اور صبح و شام ان کے ساتھ بسر ہونے لگے۔ مزاجوں کی یکسانیت اور پسند و ناپسند کی مطابقت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ رفاقت جزوِ جسم و جاں ہوگئی۔ پھر جب ہم نے شعور کی دہلیز پر قدم رکھا اور سماعتِ شعر سے آشنائی ہوئی تو عقدہ کھلا کہ جمیل کے والد عزیز یار خان شاعر بھی ہیں۔ یوں تو میں ان کو اکثر برآمدے کے آخری گوشے میں آرام کرسی پر گھنٹوں خاموش بیٹھے یا خود کلامی میں مشغول دیکھا کرتا تھا لیکن یہ بات میری سمجھ سے باہر تھی کہ وہ اپنے اطراف سے بے نیاز اس لمحہ میں فکرِ سخن میں مصروف ہیں۔ شاعری آدمی کو دنیا و مافیہا سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ یہ بات عزیز یار خان کو فکرِ سخن میں مستغرق دیکھ کر ہی پہلی مرتبہ مجھ پر آشکار ہوئی تھی۔

عمر کے ساتھ جب بات کچھ اور آگے بڑھی تو ایک دن میں نے جمیل یار خان کو آمادہ کیا کہ وہ بیاض دیکھی جائے جس پر ان کے والد شعر لکھتے ہیں۔ پھر ایک دن وہ بیاض ہمارے ہاتھ آ گئی۔ کسی کی بیاض پڑھنے کا ہمارے لیے یہ ہمارا پہلا اتفاق تھا چنانچہ کہیں بات سمجھ میں آئی اور کہیں سر پر سے گزر گئی۔ یہ عزیز یار خان کی شاعری سے میرا پہلا تعارف تھا۔ اس لیے اس عرصے میں کئی مرتبہ عزیز یار خان سے زبانی بھی ان کا کلام سننے کا موقع ملا لیکن اس وقت شعر کے محاسن کی پرکھ اور موضوعات کی بوقلمونی تک رسائی ہمارا حصہ نہیں بنی تھی۔ اس لیے یہ تعین کرنا کہ عزیز یار خان کیسے شعر کہتے ہیں اور شعری ادب میں ان کا حوالہ ان کے اشعار

کی کون سی خوبی بنے گی نہ ہمارا منصب تھا اور نہ ہماری اوقات۔ اس لیے عمر کا یہ حصہ ہم نے چپ کی چادر اوڑھے ساعت کی دہلیز پر گزار دیا۔ پھر اسکول اور کالج کے ایّام، معاش کی گردشوں اور زندگی کی سختیوں کے نرغے میں آ گئے۔ چنانچہ کچھ عرصے تک عزیز یار خان سے ملاقات و نیاز کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا مگر اس عرصہ میں قدیم و جدید ادب کا مطالعہ میں پابندی کے ساتھ کرتا رہا اور پسند ناپسند کی حدود متعین ہوتی رہیں۔

جگرؔ مرادآبادی اور شکیل بدایونی کا سحر ٹوٹا اور ساحر لدھیانوی میرے نزدیک معیارِ سخن قرار پائے۔ پھر فراقؔ و فیضؔ سخن کے شہنشاہ دکھائی دیے۔ ان ہی کے درمیان ناصر کاظمی کو سند آرائے سخن پایا اور دل نے گواہی دی کہ غزل کا جدید مزاج و آہنگ یہی ہے۔ یہ عمر ایسی تھی کہ قوتِ نفی نے سرکشی کی صورت اختیار کر لی تھی چنانچہ کوئی معیار دوام پاتا ہی نہیں تھا۔ ایسی صورت میں محمد عزیز یار خان کی شاعری سے میری دلچسپی کس طرح برقرار رہ سکتی تھی۔ نتیجہ یہ کہ میں یہ بات بھی کسی حد تک بھول گیا کہ اس نام کا کوئی شخص شعر کہتا تھا اور میں گھنٹوں اس کی بیاض کی ورق گردانی کیا کرتا تھا۔

اس عمر میں نئے رابطوں کی جستجو اور نئے سلسلوں کی آرزو نے ابتدائی دوستوں کے چہرے دھندلا دیے تھے، اسی گرد ماہ و سال میں جمیل یار خان کا چہرہ بھی کہیں کھو گیا۔ پھر ایک دن ان سے ملاقات ہوئی اور دورانِ گفتگو انہوں نے ایک شعر پڑھا

؎ میں مانگنے چلا ہوں لطف و کرم اسی سے	لطف و کرم سے جس نے محروم کر دیا ہے

نہ معلوم کیوں شعر سن کر میں پوچھ بیٹھا۔ "کس کا ہے؟" انہوں نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا؛ "تم کو یاد نہیں؟" میں نے واجبی سا حافظہ پر زور دے کر نفی میں سر ہلایا اس نے نہایت آہستہ سے کہا؛ "بھائی جان کا"۔۔۔اور میری آنکھوں کے سامنے گزشتہ صحبتوں کے منظر لہرا گئے۔ محمد عزیز یار خان کو ان کی اولاد اور اعزّہ "بھائی جان" کہہ کر پکارتے ہیں۔ میں نے اپنی جھینپ مٹانے کے لیے جمیل یار خان سے سوال کیا؛ "کیا بھائی جان اب بھی شعر کہتے ہیں؟" انہوں نے اثبات میں گردن ہلائی اور پھر ہم دونوں دیر تک ان کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ جمیل نے بتایا کہ بھائی جان کی عمر اب اسّی سال ہوگئی ہے۔ اگرچہ ضعیفی ان کے قوی اور اعصاب پر غالب نہیں آسکی ہے لیکن درازیٔ عمر کے احساس نے مزاج میں عجلت پیدا کر دی ہے۔ شاعری اب بھی کرتے ہیں لیکن بہت کم اور جو کچھ کہتے ہیں وہ بیاض میں درج بھی بہت کم کرتے ہیں۔ اس دوران مجھ کو ان کے کئی اشعار یاد آئے۔

سرگزشتِ محبتِ ناکام
ہے حقیقت بھی اور کہانی بھی

کیوں نہ اس کی طرف ہو دل مائل
روزِ اول سے ربطِ باہم ہے

کچھ عرصہ قبل عزیز یار خان کے سب سے چھوٹے بیٹے قدیر یار خان مجھے ملے اور مدّعا بیان

کیا کہ میں نے بھائی جان کا کلام یکجا کر کے مکمل بیاض مرتب کر لی ہے اور اس سے ایک انتخاب چھاپنا چاہتا ہوں۔عزیز یار خان کا اتنا کلام یکجا دیکھا تو ان کی شاعری کے بارے میں ایک رائے قائم ہونے لگی۔معلوم ہوا کہ وہ اصغر گونڈی اور جگر مراد آبادی کے عہد میں اب بھی زندہ ہیں اور غزل لکھ رہے ہیں۔

وہ قدیم لسانی حرمتوں کی نفی کے قائل نہیں بلکہ ان کے خاموش امین ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کی غزل کے آئینے میں ان کے ثقہ معاصرین کے عکس چہرہ نمائی کرتے نظر آتے ہیں۔

آرائشِ اظہار سے ان کو کوئی سروکار نہیں وہ اپنے محسوسات کے اظہار کی فراوانی پر یقین رکھتے ہیں۔اسلوب سازی ان کا مسئلہ نہیں ہے اس لیے اظہار و بیان کے لیے کسی مشقت سے دوچار نہیں ہوتے۔ان کے یہاں نہ بحور کے شعوری تجربے ہیں نہ الفاظ کی بازی گری۔ نہ وہ شعوری طور پر ردیف کو اچھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ جدید موضوعات کو اپناتے ہیں۔وہ صرف شعر کہتے ہیں اور عرضِ مدعا ان کا مطمحِ نظر ہے۔

دراصل اردو شاعری کی اساس و بنیاد غزل پر رکھی گئی تھی جو خالص عجمی روایت کا حصہ تھی اسی بنا پر اردو غزل پر فارسی کے اثرات غالب تھے لیکن پہلی جنگِ عظیم کے خاتمہ پر یہ روایت ایک نئے قالب میں ڈھلنے لگی اور مغرب کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔جدید غزل کا آغاز اسی موڑ سے ہوتا ہے مگر غزل کی وہ مشرقی روایت جس کے آخری نمائندے جگر مراد آبادی تھے اور جواب تعطل کی دار پر معلق ہے اس کی چھوٹ خال خال جدید غزل میں نظر آتی ہے مگر

دیگر شعری عوامل اس کو اپنے عہد کے تقاضوں سے الگ نہیں ہونے دیتے۔ عزیز یار خان اسی غزل کی روایت سے خود کو ابھی تک وابستہ کیے ہوئے ہیں۔

تم سے نہ کچھ شکایت تم سے نہ کچھ گلہ ہے
سب کچھ وہ ہو رہا ہے قسمت میں جو لکھا ہے

قفس کو لے اڑوں یہ ہمتِ پرواز کہتی ہے
مگر پھر کچھ خیالِ خاطرِ صیاد ہوتا ہے

ہم پا شکستہ بھی تھے شریک سفر مگر
منزل قریب تھی کہ جدا قافلے ہوئے

چل رہا ہوں اسی کے کہنے پر
وہ کوئی راہنما سا لگتا ہے

عزیز یار خان جہاں جگرؔ کی طرح حسن و عشق کے کیف و کم میں خود رفتہ دکھائی دیتے ہیں وہاں ان کی شاعری میں خارجی ماحول کے مصائب و شدائد کے موہوم عکس بھی نظر آتے ہیں وہ ایک حساس فرد کی طرح گرم و سردِ زمانہ کا تاثر قبول کرتے ہیں اور اسی بنا پر عزیز یار خان کا فنی

شعورذات وکائنات دونوں کے احساس سے عبارت ہے۔

تقسیمِ ہند سے قبل عزیز یار خان نے مشاعروں میں بھی شرکت کی اور ان کی غزلیں معیاری ادبی جرائد میں شائع ہوئیں خصوصا کانپور، لکھنواور لکھیم پور کے اکثر مشاعروں میں انہوں نے اپنا کلام سنا کر دادو تحسین حاصل کی لیکن پاکستان آنے کے بعد انہوں نے اقتصادی تقاضوں کے سامنے سپر ڈال دیا ور ایک عرصہ تک خاموش رہے۔شاید اسی عرصہ میں ان کو یہ احساس ہو گیا کہ اردو غزل کے مزاج وآہنگ میں ایسی تبدیلی واقع ہو چکی ہے جس سے مطابقت پیدا کرنا ان کے فطری مزاج وآہنگ کے خلاف ہے چنانچہ انہوں نے خانہ نشینی اور گوشہ گیری اختیار کر لی۔نتیجہ یہ کہ گمنامی ان کا مقدر بن گئی۔

اب سوچتا ہوں تو مجھے عزیز یار خان کا یہ عمل ایک مثبت فیصلہ نظر آتا ہے کیونکہ نئ نسل اور نئ غزل سے مسابقت اور مطابقت پیدا کرنے کی خواہش نے اکثر بزرگ شعرا کے وقار کو مجروح کیا ہے اور وہ اس تگ ودو میں اکثر توازن کھو بیٹھے ہیں اور بسا اوقات ان کی جدید حسّیت کو بھی اس تجربے کا حصہ تصور نہیں کیا گیا۔عزیز یار خان نے احتساب کے اس لمحہ میں ایک ثقہ آدمی ہونے کا ثبوت دیا اور خود کو دوسروں کی بے جا تنقید سے محفوظ کر لیا۔حال ہی میں میرے استفسار پر انہوں نے کہا؛" گمنامی میں بھی ایک لطف اور نشہ ہے۔ یہ لطف اور نشہ جسے راس آجائے وہ گمنام ضرور رہتا ہے لیکن گمراہی کا امکان اس کے یہاں مفقود ہو جاتا ہے شہرت کا ہاتھ سے نکل جانا کوئی ایسی معیوب بات نہیں لیکن فکر کی تہذیب اور اپنی روایت کا

دامن چھوٹ جانا جرم ہے۔"

میں نے قدیر یار خان کو بیاض واپس کر دی۔ یہ بیاض عزیز یار خان کی عمر بھر کی محنت کا ثمر بھی ہے اور ان کی شناخت بھی۔ اس لیے صرف وہی افراد اس بیاض کے اشعار کی تاثیر سے لطف اندوز ہوسکیں گے جن کی نظر اردو غزل کی مکمل روایت پر ہے اور جو غزل کے روایتی حسن سے آشنا ہیں۔

"عزیز یار خان کی غزل میں موجزن یہی روایتی حسن گزشتہ کو آئندہ سے پیوستہ کرتا ہے۔

خیر اندیش

خواجہ رضی حیدر

ڈپٹی ڈائریکٹر

قائدِ اعظم اکیڈمی

5 ستمبر 1986

شروع اللہ کے نام سے

جو بڑا مہربان، نہایت

رحم کرنے والا ہے

حمد

چارسو حسنِ دوعالم ہے نمایاں تیرا
میں ہی کیا ایک زمانہ ہے ثناخواں تیرا

یوں تو دیکھے ہیں بہت رنگِ گلستانِ جہاں
ہے مگر اور ہی کچھ رنگِ گلستاں تیرا

بے سبب شام کو جھکتا نہیں سوئے مغرب
شکر کرتا ہے ادا مہرِ درخشاں تیرا

میرا کیا ہے اک ہستیِٔ فانی کے سوا
دل ترا، جان تری اور ہے ایماں تیرا

مل گئی منزلِ مقصود بالآخر مجھ کو
بن گیا مشعل رہ ، حسنِ فروزاں تیرا

لاکھ تُو آئے مرے سامنے لیکن اے دوست
جلوہ کیا دیکھ سکے دیدہء حیراں تیرا

مجھ کو ہر چیز یہاں کی نظر آتی ہے حسین
یاں لایا ہے کہاں شوقِ فراواں تیرا

نعت

دیکھے تو کوئی نامِ خدا شانِ محمدؐ
ہیں کون و مکاں تابعِ فرمانِ محمدؐ

ہر گوشۂ ظلماتِ جہاں میں ہے اجالا
اے صلِّ علیٰ شمعِ شبستانِ محمدؐ

گھبرائے وہ کیوں گردشِ ایّامِ جہاں سے
ہو جس کا ٹھکانہ تہِ دامان، محمدؐ

پیمانۂ ہستی کو وہ پھر منہ نہ لگائے
پی لے جو کوئی بادۂ عرفانِ محمدؐ

خوفِ تپشِ حشر ہو اے یار مجھے کیا
ہے سر پہ مرے سایۂ دامانِ محمد

نعت

تِشنہ کام آئے ہیں با چشمِ پُرآب اے ساقی
کھول دے میکدہء خلد کے باب اے ساقی

بادِ تخریب ابھرنے نہیں دیتی ہم کو
بحرِ دنیا میں ہیں ہم مثلِ حباب اے ساقی

تُو اگر چاہے تو پتھر کو بھی پارس کردے
ہیں اشارے تری اعجاز مآب اے ساقی

دست و پا مائلِ اقدام ِغلط ہوں نہ کبھی
یہ اٹھیں بھی توپئے کارِ ثواب اے ساقی

منتظر یارآ حزیں بھی ہے کرم کا تیرے
کردے شرمندہء تعبیر یہ خواب اے ساقی

پاس اس کے نہیں کچھ اشک ِندامت کے سوا
آسرا ہوگا ترا روزِ حساب اے ساقی

غزلیات

☆

حقیقت حسنِ عالم کی تمہارے روبرو کیا
چمن کیا، موسم، گل کیا، فضائے رنگ و بُو کیا

عبث ہے اُو نسے اے شکوہء ایفائے وعدہ
بدل دیں مری خاطر وہ اپنی خُو کیا

تم اپنی چشمِ میگوں دیکھنے والوں سے پوچھو
خمارِ مے ہے کیا، رنگینیٔ جام سبو کیا

نگاہِ ناز تھی خود مانعِ عرضِ تمنا
نیازِ شوق کو ہوتی مجالِ گفتگو کیا

مرا دل ہے بہر عنواں فدائے حسنِ فطرت
گلستانِ محبت میں تمیزِ رنگ و بو کیا

جو رسم و راہِ الفت سے نہیں اے یار واقف
سنیں گے وہ ہماری داستانِ آرزو کیا

☆

تری جستجو میں کب تک میں پھروں گا مارا مارا
مرے سامنے بھی ہو جا کبھی جلوہ گر خدارا

تری شانِ بے نیازی کوئی میرے دل سے پوچھے
ترا جورِ ناروا بھی مجھے ہو گیا گوارا

تہہِ بحرِ غم بھی ڈھونڈا، سرِ موجِ غم بھی دیکھا
مری کشتیٔ طلب کا نہ ملا کہیں کنارا

غمِ دل کا ہوں نہ درماں ،وہ کریں نہ مجھ پہ احساں
مری غیرتِ محبت نہ کرے گی یہ گوارا

ہے عبث یہ بارِ خاطر کوئی بات بھی ہو آخر
چلو تم ہی مجھ سے جیتے چلو میں ہی تم سے ہارا

یہ سمجھ میں یار آب آیا بڑی بے وفا ہے دنیا
نہ یہاں کسی کے ہم ہیں نہ یہاں کوئی ہمارا

☆

تلاش میں اُوسکی ہم نے چھوڑا نہ کوئی گوشہ تک اس زمیں کا
پتہ لگایا کیسے کہاں ہم ،تمام عمر اپنے دلنشیں کا

یہ بیٹھے بیٹھے مجھے ہوا کیا،کہ اپنی ہستی کو بھول بیٹھا
ہے یاد لیکن ضرور اتنا خیال آتا تھا کچھ کہیں کا

رہِ محبت میں اکثر ایسے کیے ہیں سجدے خلوصِ دل سے
ادائے صد بندگی لیے ہے نشان اک اک مری جبیں کا

چھپے ہیں اس میں ہی اشکِ حسرت یہی تو ہے پردہ دارِ الفت
رہی ہے میری شریکِ فرقت رہین ِمنت ہوں آستیں کا

مقدر اپنا ہے یارؔ یہ بھی صفائے دل کا اثر تو دیکھو
ہوا زمانے کی پھر گئی ہے، خیال بدلا ہے ہمنشیں کا

☆

کچھ دیکھنے والوں کو مرا پاس نہ آیا
مجھ کو نظر اتنا کوئی حساس نہ آیا

دنیا کے ہر اک رنگ سے گزرا ہوں میں لیکن
دنیا کا کوئی رنگ مجھے راس نہ آیا

دیتا ہی رہا مجھ کو تصور میں تسلی
ہر چند پکارا وہ مگر پاس نہ آیا

ہر طرح گوارا ستم و جور تھے لیکن
وہ دَورِ محبت بھی مجھے راس نہ آیا

بدلی نہ وہ دیرینہ روش اس نے ابھی تک
الفت کا مری اس کو کبھی پاس نہ آیا

دل اپنا ترے حسن کی دولت سے غنی ہے
مجھ کو کبھی اندیشہء افلاس نہ آیا

اے یاؔرعیاں ہو کے رہا رازِ محبت
کیا نام کسی کا دم انفاس نہ آیا

☆

الٰہی اپنی حالت کا کسے میں ترجماں کر لوں
زباں کرلوں ان آنکھوں کو کہ اس دل کو زباں کرلوں

کبھی پھر دیکھ لوں گا موسمِ گل کے مناظر بھی
میں پہلے اپنے دل کو مائلِ رنگِ خزاں کر لوں

تمنا ہے کہ اشکِ خوں مری آنکھوں میں بھر جائیں
میں اپنی سرگزشتِ دل کو رنگیں داستاں کر لوں

ستارے جھلملاتے ہیں نسیمِ صبح چلتی ہے
مرے جی میں یہ آتا ہے کہ میں یادِ بتاں کر لوں

جدھر دیکھو، جہاں دیکھو وہیں وہ جلوہ فرما ہیں
سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ میں سجدہ کہاں کر لوں

گرے پھر شوق سے بجلی بس اتنی دیر رک جائے
کہ میں دو چار تنکے جمع بہرِ آشیاں کر لوں

مرے شوقِ جبیں سائی کی عظمت کوئی کیا جانے
وہی رشکِ حرم بن جائے میں سجدہ جہاں کرلوں

☆

ہر شے میں عکسِ حسنِ رخِ یار دیکھنا
ہے چشمِ شوق کتنی روادار دیکھنا

رُخ پہ کسی کے گیسوئے خمدار دیکھنا
ایسا ہے جیسے صبحِ شبِ تار دیکھنا

مجھ کو یقینِ رحمتِ پرردگار ہے
میں چاہتا ہوں خود کو گناہگار دیکھنا

اے جانے والو! میرے لیے بھی دعا کرو
مجھ کو بھی ہو نصیب درِ یار دیکھنا

ہو جائیں جب خموش مرے دل کی دھڑکنیں
صبحِ شبِ فراق کے آثار دیکھنا

مدت ہوئی ہے ترکِ تعلق کیے ہوئے
دل چاہتا ہے پھر اسے اک بار دیکھنا

اے یارؔ یاد میں ہوں کسی کی غزل سرا
حسنِ خیال و خوبیٔ افکار دیکھنا

☆

عقل وحس کا سمع و بینائی کا اندازہ نہ تھا
منتشر پہلے تو اتنا میرا شیرازہ نہ تھا

سادگی بھی حسن کی تھی نور میں ڈوبی ہوئی
چہرہء معصوم پر اس کے کوئی غازہ نہ تھا

چھا گئی رحمت مری فردِگنہ پر حشر میں
اپنے عصیاں کا مجھے پہلے سے اندازہ نہ تھا

زندگی میں کھائے وہ چرکے جو تھے کاری بہت
زخم تو دل میں تھے لیکن ایک بھی تازہ نہ تھا

وہ رہِ الفت میں مجھ کو بے وفا سمجھا کیا
اس کو کچھ میرے خلوصِ دل کا اندازہ نہ تھا

آج کیوں اے یار اس نے اپنی آنکھیں پھیر لیں
یہ مری برسوں کی الفت کا تو خمیازہ نہ تھا

☆

ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے داستانِ اضطراب
ہستیٔ فانی ہے گویا ترجمانِ اضطراب

غیر ممکن ہے کہ ہو شرحِ بیان اضطراب
میری رگ رگ میں ہے مضمر اک جہانِ اضطراب

رازِ نیرنگِ سکوں دنیا میں ہوجائے عیاں
اے خدا دے دے مرے دل کو زبانِ اضطراب

کیا کہوں میں آپ کی برقِ نظر نے کیا کیا
پھونک دی رگ رگ میں اک روحِ روانِ اضطراب

مجھ کو ہے اے یار ہر دم چشمِ پُرنم کا خیال
کر نہ دے افسردہ یہ سوزِ نہاںِ اضطراب

☆

دل میں روشن تھی کبھی مشعلِ ارمانِ حیات
روز افزوں تھی مری رونقِ ایوانِ حیات

وقت نے چھین لیے ہیں مرے سامانِ حیات
اب تمنا ہے کوئی اور نہ ارمانِ حیات

سنتے ہیں آہ کسی کی نہ کسی کی فریاد
آج کیسے وہ نظر آتے ہیں انجانِ حیات

رنج و غم کا ہے یہ عالم کہ الٰہی توبہ
چھوٹ جائے نہ کہیں ہاتھ سے دامانِ حیات

کاش مجھ کو بھی اجل کر دے سبکدوش اے یارؔ
دور ہو جائے مرے سر سے بھی احسانِ حیات

☆

حکم ہے نشرِ محبت کی کہانی نہ کریں
یعنی ہم ذکرِ غمِ دل بھی زبانی نہ کریں

کیا ستم ہے کہ تقاضا ہے یہ ضبطِ غم کا
ہم جوانی میں بھی احساسِ جوانی نہ کریں

ہو نہ جائے کہیں درہم یہ نظامِ عالم
آپ بہتر ہے کہ یوں جلوہ فشانی نہ کریں

ہم اگر حسنِ تصور کے نہ ہو ں دیوانے
صبح رنگیں نہ کریں رات سہانی نہ کریں

کہتے ہیں وہ کہ محبت میں نہ نکلیں آنسو
ہے یہ تاکید کہ ہم آگ کو پانی نہ کریں

ہے اک آئینہ ہم اس میں سنواریں خود کو
شکوہء شیشہ گرِ ہستیٔ فانی نہ کریں

کر چکے فاش حقیقت کو بہت کچھ اے یارؔ
آپ اب اور عیاں رازِ نہانی نہ کریں

☆

کوئی ہم دم کوئی ہم مشرب نہیں
کوئی اب تیرے سوا یارب نہیں

وہ امنگیں اور خوشیاں اب نہیں
کچھ تو ہیں لیکن وہ سب کی سب نہیں

رابطے مابینِ چشم و لب نہیں
ذکرِ حسن و عشق روز و شب نہیں

یہ تو کہیے مجھ پہ ہے تیرا کرم
ورنہ اس قابل تو میں یارب نہیں

دوستی ہے زندگی میں لازمی
دشمنی ماحاصلِ مکتب نہیں

تیری رحمت سے ہے کیوں محروم یاؔر
کیا ترے بندوں میں وہ یارب نہیں

☆

مہرِ تاباں تھا کبھی طالعِ بیدارِ حیات
خانہء دل تھا بہر سمت پُر انوارِ حیات

کیا بتاؤں تمہیں حالِ دلِ بیمارِ حیات
آہ آزار سا آزار ہے آزارِ حیات

انتہا ہی غمِ پیہم کی نہیں جب کوئی
تا بہ کے ہو دلِ معصوم نہ بیزارِ حیات

جو گزرنی ہے گزر جاتی ہے اپنے اوپر
کام آتا نہیں مشکل میں کوئی یارِ حیات

یار ؔ ناقابلِ برداشت ہے بارِ ہستی
ہے یہ بہتر کہ میں ہو جاؤں سبکسارِ حیات

☆

یوں یاد آئیں ان کی جفائیں تمام رات
دیتا رہا میں ان کو دعائیں تمام رات

آتے ہیں وہ ہمارے تصور میں بار بار
ہم کیوں چراغِ دل نہ جلائیں تمام رات

زلفوں کو ان کی بادِ صبا چھیڑتی رہی
اٹھتی رہیں فضا میں گھٹائیں تمام رات

ہوتا نہیں ہے دن میں کچھ احساسِ معصیت
کرتا ہوں میں شمار خطائیں تمام رات

ہم ذکرِ بے ثباتیٔ گل چھیڑ دیں اگر
شبنم کو گلستاں میں رلائیں تمام رات

اللہ رے احترامِ نقوشِ جمالِ دوست
دن میں بگاڑ دیں جو بنائیں تمام رات

اے یار کوئی سننے کو تیار ہو اگر
ہم داستانِ ہجر سنائیں تمام رات

☆

رہنا ہی پڑا مجھ کو محرومِ وصال آخر
کیا علم تھا ہوگا یہ الفت کا مآل آخر

پہونچے گا یہ جذبِ دل تاحدِّ کمال آخر
خود ہوگا غرور ان کا مائل بہ زوال آخر

خود ہو ہی گیا ظاہر مہرو مہ انجم میں
نظروں سے چھپا رہتا کب تک وہ جمال آخر

ہم شکل ہو کیا ان کا سایہ بھی نہیں جن کا
حیران ہوں کس سے دوں میں ان کی مثال آخر

مانگا تھا کبھی جس کو طالب ہوں ہنوز اس کا
وہ حسن ِسوال اوّل یہ حسنِ سوال آخر

یہ تو رہِ منزل ہے منزل کا خدا حافظ
اے یاؔرنہ جانے کیا ہوآپ کا حال آخر

☆

میں ہوں اک خاک نشین بے سروساماں کی طرح
گردِ رفتہ کی طرح کشتۂ دوراں کی طرح

دل میں باقی تھے جو دو چار لہو کے قطرے
آج آنکھوں میں نظر آئے ہیں طوفاں کی طرح

اب تو ہر شے میں مری چشمِ حقیقت بیں کو
کوئی آتا ہے نظر شاہدِ عریاں کی طرح

مونسِ دل کوئی ہوتا نہیں ہنگامِ جنوں
چاک داماں کی طرح چاک گریباں کی طرح

اشکِ خوں جم گئے بہہ بہہ کے ہر اک گوشے میں
اب قفس بھی نظر آتا ہے گلستاں کی طرح

کیا تمہیں بھی ہے کسی شاہدِ معنی کی تلاش
یار کیوں پھرتے ہو حیران و پریشاں کی طرح

☆

مجھ کو وفا پسند ہے ان کو جفا پسند
میری بھی کیا پسند ہے ان کی بھی کیا پسند

کیسے نہ آئے دل کو یہ اُن کی ادا پسند
بگڑے ہیں اس پہ وہ کہ انہیں کیوں کیا پسند

سرکارِ حسن سے مجھے کیا کیا ملے خطاب
مشکل پسند، درد پسند اور جفا پسند

دکھتا ہے جی نہ چھیڑیے سازِ نشاط کو
ٹوٹے ہوئے دلوں کی ہے مجھ کو صدا پسند

بخشی ہے زندگی دلِ افسردہ کو مرے
مجھ کو ہے کوئے یار کی آب و ہوا پسند

دیدارِ حسنِ یار کی کوشش عبث سہی
لیکن ہے اپنے دل کا مجھے حوصلہ پسند

ملتا نہیں جہاں میں کہیں بھی سکوں مجھے
اے یارؔ میرے دل کو نہ جانے ہے کیا پسند

☆

اس کی نگہِ ناز سے اللہ بچائے
ہو بس میں جو اپنے تو کوئی دل نہ لگائے

اس دور میں ہونے لگے اپنے بھی پرائے
چلتے نہیں ہمراہ مرے اب مرے سائے

اپنے ستم و جور سے وہ باز نہ آئے
اک زخم ہو دل میں تو اسے کوئی دکھائے

دیکھا جو شبِ ہجر اسے خواب میں میں نے
آنسو مری آنکھوں میں خوشی سے اُبھر آئے

اب کشتہء الفت پہ وہ مائل بہ کرم ہیں
کہتے ہیں کہ اس کو کوئی بالکل نہ ستائے

وہ باتوں ہی باتوں میں بگڑ جاتے ہیں اکثر
مقصد ہے کہ ہر بار انہیں کوئی منائے

اے یارؔ مرا اب کوئی مونس ہے نہ ہمدم
اللہ دن ایسے بھی کسی کو نہ دکھائے

☆

پھرتا ہوں راہِ شوق میں حیراں ترے بغیر
ہوتی نہیں تسلیٔ ایماں ترے بغیر

وجہ خوشی نہیں غمِ پنہاں ترے بغیر
انسانیت سے دور ہے انساں ترے بغیر

بزمِ جہاں میں گرمیٔ سوزِ جگر نہیں
مدہم ہے شمعِ حسنِ فروزاں ترے بغیر

کہتی ہیں راہِ شوق کی ناکامیابیاں
ہوں گی نہ مشکلیں مری آساں ترے بغیر

مرہونِ التفاتِ مسیحا نہ کر مجھے
وہ کیا کریں گے درد کا درماں ترے بغیر

اے رشکِ صد بہار کبھی آ کے دیکھ تو
شرمندہء خزاں ہے گلستاں ترے بغیر

یا تھی تری نگاہِ کرم یارؔ پر کبھی
یا اب ہے بزم میں وہ غزلخواں ترے بغیر

☆

خودی سے گزرا ہوں مجبور ہوکر
انہیں پا گیا ہوں بہت دور ہو کر

یہ ذوق نظر ہے کہ حسنِ طلب ہے
نظر آرہے ہیں وہ مستور ہو کر

ترا احترامِ محبت ہےشاید
تجھے دی ہے آواز مجبور ہو کر

سناتا ہے کوئی محبت کے نغمے
کبھی پاس آکر کبھی دور ہوکر

مرا نام روشن ہے گمنامیوں سے
میں رُسوا نہیں یارؔمشہور ہوکر

☆

دل کو تھا ہر چند شوقِ رقصِ بسمل کا لحاظ
تھا مگر شمشیر کو بازوئے قاتل کا لحاظ

جان دے دیتے خموشی سے بھلا پروانے کیا
وہ تو یہ کہیے کہ تھا کچھ شمعِ محفل کا لحاظ

سامنے ہر شخص کے بے پردہ وہ آتا نہیں
حسنِ پنہاں کو ہے کچھ اتنا مرے دل کا لحاظ

اپنی منزل سے بہت آگے نکل آیا ہوں میں
شوقِ منزل میں رہا مجھ کو نہ منزل کالحاظ

کشتیٔ دل ڈھونڈتی ہے موجِ طوفاں میں اماں
اللہ اللہ کس قدر ہے اس کو ساحل کا لحاظ

رہبری کرتے ہیں اٹھ اٹھ کر بگولے خاک کے
سرزمیں نِجد کواب تک ہے محمل کا لحاظ

اُن کی بے مہری نہیں اے یارِ غیر از مصلحت
میں سمجھتا ہوں انہیں ہے اہلِ محفل کا لحاظ

☆

میں نے جب دیکھا کسی کے حسنِ تاباں کی طرف
آ گئے جلوے سمٹ کر چشمِ حیراں کی طرف

کردیا ہے ضعف نے مجبور اے جوشِ جنوں
ہاتھ رہ جاتے ہیں بڑھ بڑھ کر گریباں کی طرف

دردِ دل سوزِ جگر، جوشِ محبت، شوقِ دید
اک جہانِ آرزو ہے حسنِ جاناں کی طرف

کہتے ہیں اہلِ جہاں کیا کیا نہ جانے دیکھ کر
میرے داماں کی طرف میرے گریباں کی طرف

معترض ہیں جو مرا حالِ پریشاں دیکھ کر
کاش وہ دیکھیں کبھی زلفِ پریشاں دیکھ کر

کل تو صرف احباب ہی اس کے طرفداروں میں تھے
آج ہیں اغیار بھی یارِ غزلخواں کی طرف

☆

شعاعِ مہر سے کچھ سازبازِ شبنم ہے
گلوں کا رنگ اُڑا جارہا ہے بُوکم ہے

سرِنیاز درِ حسن یار پر خم ہے
ملے جو دولتِ کونین بھی تو اب کم ہے

خطا معاف فریبِ کرم نہ دے مجھ کو
عزیز تجھ سے زیادہ مجھے ترا غم ہے

زمانہ سن تو رہا تھا مگر سنا نہ گیا
مرا فسانۂ غم پھر فسانۂ غم ہے

نگاہِ لطف سے تُو زخم ہائے دل کو نہ دیکھ
کہ اندمالِ جراحت فریبِ مرہم ہے

تجھے پکار رہا ہوں خفا نہ ہو اے دوست
مرا مذاق نہیں یہ مذاقِ عالم ہے

رہِ طلب کی یہ بے چارگی معاذاللہ
نہ کوئی یارہے اپنا نہ کوئی ہمدم ہے

☆

اللہ اللہ آج ہیں کیا کیا مرے سامانِ عشق
دل فدائے دردوغم ہے اور جاں قربانِ عشق

آرزو ،ارماں ،تمنا، یاس و حرماں، دردو غم
جمع ہیں کیا کیا دلِ پُرشوق میں مہمانِ عشق

آ گیا میرا دلِ ناداں فریبِ حسن میں
تھا ابھی ناواقف ِ غم تھا ابھی انجان ِعشق

تھی فضا خاموش، دنیا گوش بر آواز تھی
ہو رہے تھے میرے ان کے درمیاں پیمانِ عشق

درد سے مضطر ہے دل لیکن تبسم لب پہ ہے
کر رہا ہوں کس قدر میں احترامِ شانِ عشق

خاک کے ذروں میں ہیں رقصاں شعائیں مہر کی
ہیں زمیں و آسماں منت کشِ فیضانِ عشق

کچھ نظر آتا نہیں حسن و محبت کے سوا
لکھ رہے ہیں آج کل اے یارؔ ہم دیوانِ عشق

☆

سرگرمِ تجلی ہے وہ خونِ رگِ جاں تک
دنیائے طلب ہو مری رنگیں نہ کہاں تک

کچھ اور مری آتشِ الفت کو ہوا دے
پہونچی ہے تری یاد ابھی آہ و فغاں تک

دیکھا تو وہ میرے دلِ ناداں میں مکیں ہے
ڈھونڈ آئے جسے اہلِ خرد کون و مکاں تک

دشوار ہیں کتنی حرم و دَیر کی راہیں
پہونچا ہوں بمشکل میں ابھی کوئے بتاں تک

مانا کہ ہے بیداد میں درپردہ کرم بھی
ہے لذتِ بیداد مگر ضبطِ فغاں تک

لب کھل نہ سکے یارؔ پئے عرضِ تمنا
الفاظ تو کچھ آئے تھے رہ رہ کے زباں تک

☆

آج آتے ہیں نظر وہ مہربانِ دردِ دل
لاؤ پھر کردوں انہیں میں بدگمانِ دردِ دل

میں ازل سے کہہ رہا ہوں پھر بھی ہے یہ نا تمام
داستاں سی داستاں ہے، داستانِ دردِ دل

جا بھی اے نیرنگ دنیا ہو فریبِ چشم دور
ہو گیا ہوں واقفِ سود و زیانِ دردِ دل

خامشی میں رات کی او سونے والے چین سے
کاش سن لیتا کبھی تو داستانِ دردِ دل

تو نہیں ہوتا نہو گرمِ نوازش ہاں نہ ہو
ہیں تری بےمہریاں ہی نکتہ دانِ دردِ دل

یاؔر دنیائے محبت کا یہ اک آئینہ ہے
تم اسے سمجھو نہ کچھ میرا بیان ِدردِ دل

☆

دل میرا آبگینۂ عرفاں ہے آج کل
شمعِ جمالِ یار فروزاں ہے آج کل

میری نظر میں اس کی کرم کی ہیں وسعتیں
مجھ کو خیالِ تنگیٔ داماں ہے آج کل

ہوگی بروزِ حشر یہی باعثِ نجات
الفت کسی کی حاصلِ ایماں ہے آج کل

ناکامیوں کا اپنی اب احساس تک نہیں
مشکل جو راہِ شوق تھی آساں ہے آج کل

حالِ حزیں سے اپنے پریشاں نہیں ہوں میں
مجھ کو خیالِ زلفِ پریشاں ہے آج کل

ہے اہتمامِ جوشِ بہاراں جو ہر طرف
میرا جنوں بھی دست و گریباں ہے آج کل

اے یارؔ کیا بتاؤں کسی کو میں حالِ دل
یہ مبتلائے گردشِ دوراں ہے آج کل

☆

یوں چھیڑ زندگی کو کہ سازِ رباب ہو
اٹھے جو دل سے موج وہ موجِ شباب ہو

اچھا ہے روزِ حشر جو ذکرِ شراب ہو
ایک اور آفتاب سرِ آفتاب ہو

ہاں کر دیا ہے نذرِ محبت دلِ عزیز
ہو موجبِ عذاب کہ وجہِ ثواب ہو

بیتابِ دید ہوگی فراوانیٔ کرم
فردِ گناہ پیش تو روزِ حساب ہو

وہ سامنے بھی آئیں تو دیکھا نہ جائے کچھ
یوں محوِ دید ہو تو نظر کامیاب ہو

چھن چھن کے آئے روشنیٔ حسنِ دلفریب
جلووں کا لطف جب ہے کہ حائل حجاب ہو

ان پردہ داریوں پہ تو دیوانہ ہے جہاں
کیا حال ہو جو حسن ترا بے نقاب ہو

اے یاؔر تو نے کی ہے بڑی کاوشِ سخن
ممکن ہے شاعروں میں ترا انتخاب ہو

☆

حسن خود دے رہا ہے دعوتِ عام
ہوگیا عشق مفت میں بدنام

ہے بدستور میری صبح شام
کرسکی کچھ نہ گردشِ ایّام

لاکھ دیکھا ہے ان کو ڈر ڈر کے
آنکھ پھر بھی ہے موردِ الزام

ہوگیا دل فدائے حسنِ دوست
خیر آیا تو وہ کسی کے کام

لذتِ دردوغم نہ ہو جس میں
ایسی الفت کو دور ہی سے سلام

کہتے کہتے گزر گئیں صدیاں
داستانِ الم ہوئی نہ تمام

یار شرمندہء وفا ہیں وہ
کیوں نہ لے لوں میں اپنے سر الزام

☆

ناقابلِ یقیں ہیں قول و قرارِ عالم
ناپائیدار ہے یہ کیا اعتبارِ عالم

میں ہو چکا ہوں کب کا مٹ کر غبارِ عالم
لیکن وہی ہیں اب تک لیل و نہارِ عالم

یہ کہیے تا بہ منزل لے آئی تیری الفت
مشکل بہت تھی ورنہ یہ رہگزارِ عالم

اس نے تو کی بہر نوع تزئینِ بزم لیکن
آئے نہ راس مجھ کو نقش و نگارِ عالم

محروم لذتِ غم رہتا سدا زمانہ
ذوقِ طلب نہ ہوتا گرسازگارِ عالم

وہ جب ہوئے ہیں برہم یا جب وہ ہنس دیے ہیں
دیکھا ہے میں نے رنگِ حسنِ بہارِ عالم

عالم ہے ایک یہ بھی پُرساں نہیں ہے کوئی
عالم تھا ایک وہ بھی جب میں تھا یارِ عالم

☆

گر نہیں غم سے آشنا، آدمی آدمی نہیں
عیش ہے ننگِ زندگی، حاصلِ زندگی نہیں

رازِ حیات اس پہ کیا فاش ہو جس نے پی نہیں
ہوش نہیں ہے ہوش اگر عالمِ بے خودی نہیں

ہوگا اب اور حال کیا تیرے مریضِ ہجر کا
زندگی تو ہے زندگی، موت بھی پوچھتی نہیں

آیئے اب تو آیئے دل ہے جہاں سے بے نیاز
آپ کا اک خیال ہے اور یہاں کوئی نہیں

راہِ طلب میں کس قدر یار بھی بے نیاز ہے
غیر سے دشمنی نہیں یار سے دوستی نہیں

☆

دل یوں ہے عکسِ روئے منور لیے ہوئے
جیسے صدف ہو بحر میں گوہر لیے ہوئے

میں یوں سنا رہا ہوں محبت کی داستاں
دیوانہ کوئی جیسے ہو دفتر لیے ہوئے

دیکھا تھا اس نے مجھ کو خدا جانے کس طرح
آنکھوں میں آج تک ہوں وہ منظر لیے ہوئے

حیراں ہیں سب سوالِ محبت پہ روزِحشر
میں مطمئن ہوں عشق کی محضر لیے ہوئے

ساقی پلا رہا ہے مجھے چشمِ مست سے
ہیں اہلِ بزم ہاتھ میں ساغر لیےہوئے

ان سے عبث ہے یآر امیدِ وفا کہ جو
دل کے عوض ہیں سینہ میں پتھر لیے ہوئے

☆

تھا شوقِ نمائش اس کو بھی کیا حسن پہ یہ الزام نہیں
گھر ورنہ دلوں میں کرلینا کچھ عشق کا تنہا کام نہیں

کچھ کھیل نہیں آسان نہیں ہر شخص کے بس کا کام نہیں
ہے اذنِ محبت عام مگر تکمیلِ محبت عام نہیں

ہے ان کے تصور میں اب یہ دنیائے محبت کا عالم
گر شام ہوئی تو صبح نہیں گر صبح ہوئی تو شام نہیں

محرومِ کرم رہتے رہتے گزرا ہے زمانہ گو اتنا
مایوسِ تمنا پھر بھی مگر میرا یہ دلِ ناکام نہیں

جینا بھی ہمیں پھر آجائے مرنا بھی ہمیں پھر آجائے
ہو ان کی محبت دل میں اگر توکوئی بھی مشکل کام نہیں

ہے مشقِ ستم پر ناز اسے یہ فعل ہے اس کا کرنے دے
تو اپنی وفائیں ترک نہ کرار آیار یہ تیرا کام نہیں

☆

ہے کون ہمت افزا ارمانِ زندگی میں
میں گرمِ جستجو ہوں میدانِ زندگی میں

مر مر کے جی رہا ہوں رومانِ زندگی میں
ہوں کوہ کن سے آگے میدانِ زندگی میں

آنکھوں میں روشنی ہے دل میں تجلیاں ہیں
ہے حسن جلوہ فرما ایوانِ زندگی میں

کردوں میں کیوں نہ دل کو نذرِ رہِ محبت
تاکید ہے وفا کی فرمانِ زندگی میں

توفیق دے خدا تو کام آئے دوسروں کے
ہے ایک رکن یہ بھی ارکانِ زندگی میں

دستِ جنوں عبث ہے شرمندہء بہاراں
باقی ہیں تار ابھی کچھ دامانِ زندگی میں

اے یارؔ اس غزل میں سوزِ جگر بھرا ہے
لکھ دو جلی قلم سے دیوانِ زندگی میں

☆

بیٹھا ہوں اس طرح میں تری راہگزار میں
ہو جیسے مطمئن کوئی اپنے دیار میں

کیا کچھ کیا نہ سعیٔ رہِ استوار میں
لیکن مرا گزر نہ ہوا کوئے یار میں

اہلِ چمن ہیں محوِ تماشائے رنگ و بو
میں آشیاں سے دور ہوں فصلِ بہار میں

کیا ہے ستم کہ وہ بھی نہیں مجھ پہ مہربان
دل بھی مرا نہیں ہے مرے اختیار میں

اپنا سمجھ رہا ہوں بہر حال میں انہیں
ہے وسعتِ نظر مرے اس اختصار میں

یہ کیا کہ سب کو دیکھتے ہو اک نگاہ سے
کچھ تو تمیز چاہیے اغیار و یار میں

☆

گل کے دامانِ حسین خار تک آپہونچے ہیں
سلسلے عشق کے گلزار تک آ پہونچے ہیں

اللہ اللہ تری اس شانِ کریمی کے نثار
شیخ تو شیخ گناہگار تک آپہونچے ہیں

دیکھ کر مجھ کو پریشاں ہیں پریشاں وہ بھی
دردوغم حسن کی سرکار تک آ پہونچے ہیں

ہو نہ پامال سرِراہ گزار ِ دل کیوں کر
فتنہ و شر تری رفتار تک آ پہونچے ہیں

کوئی دیکھے تو یہ افزائشِ ذوقِ منزل
پا شکستہ رہِ دشوار تک آپہونچے ہیں

سرخیاں تھیں مرے افسانہ کی رنگیں کتنی
تبصرے دیدہء خونبار تک آ پہونچے ہیں

زندگی اپنی ہے ممنونِ محبت اے یارؔ
کفروایماں مرے افکار تک آپہونچے ہیں

☆

منہ لگاتا نہیں کوئی اب مجھ کو سرِ مُو بھی نہیں
وقت بگڑا ہے کچھ ایسا کہ مرا تو بھی نہیں

دور کچھ اتنا گلستاں سے قفس ہے میرا
پھول تو پھول میسر مجھے خوشبو بھی نہیں

دردِ دل کا یہ ہے عالم کہ الٰہی توبہ
کوئی آرام کی صورت کسی پہلو بھی نہیں

کیا کریں گے وہ مرے حالِ پریشاں کا علاج
جن کو احساسِ پریشانئ گیسو بھی نہیں

کیا کروں بے سروسامانئ الفت کا بیاں
مختصر یہ ہے کہ اب آنکھ میں آنسو بھی نہیں

محوِ حیرت ہوں کہ یہ رازِ محبت کیا ہے
خواہشِ دید بھی ہے دید پہ قابو بھی نہیں

یارا ایسے میں بھلا لطفِ سخن کیا آئے
حسنِ فطرت بھی نہیں کیفِ لبِ جو بھی نہیں

☆

اشکِ غم آنکھ میں آ آ کے مچل جاتے ہیں
لاکھ روکو انہیں لیکن یہ نکل جاتے ہیں

آزمائش ہے پھر ان کی مرے دل کو مقصود
کر کے اقرارِ محبت جو بدل جاتے ہیں

ہوتی ہے ہجر کی شب بزمِ تمنا روشن
شام سے دل کے چراغ آپ ہی جل جاتے ہیں

قابلِ رشک ہیں وہ بادہ کشانِ الفت
جو ہر اک گام پہ گر گر کے سنبھل جاتے ہیں

کہتے ہیں پاسِ وفا ، پاسِ محبت اس کو
شمع جلتی ہے تو پروانے بھی جل جاتے ہیں

الجھنیں راہِ محبت میں وہی ہیں اب تک
زلفِ پیچاں کے ، نہ تقدیر کے بل جاتے ہیں

ہے عبث ہستیٔ فانی کا سہارا اے یارؔ
ہم اگر رہ بھی گئے آج تو کل جاتے ہیں

☆

ذکر ہم ان کا صبح و شام کریں
اہتمام اس کا خاص و عام کریں

آپ اب اپنے جلوے عام کریں
منحرف ہیں جو ان کو رام کریں

ہے عبث حجتِ وفا و جفا
آپ اپنا،ہم اپنا کام کریں

روئے روشن پہ کھول کر زلفیں
وہ مری صبح کو نہ شام کریں

ہوچکی بس نمائشِ ابرو
اب وہ شمشیر کو نیام کریں

ہجر کی شب عبث ہے آہ و فغاں
نیندِ ہمسایہ کیوں حرام کریں

یارؔ کو بھی کوئی گِلہ نہ رہے
وہ جو کارِ رفاہِ عام کریں

☆

لطف ہے زندگی کا جب دل سا الَم نواز ہو
درد ہو دم بدم فزوں اور شبِ دراز ہو

خاک میں مل چکی ہیں گو میری ہزاروں حسرتیں
پھر بھی سمجھ رہا ہوں میں تم میرے کارساز ہو

دیکھ سکوں ہر ایک جا جلوے تمہارے حسن کے
کچھ نہ سہی مگر مجھے اتنا تو امتیاز ہو

اٹھے نگاہِ ناز اُدھر، سر ہو مرا نگوں اِدھر
عمرِ عزیز یوں مری صرَفِ رہِ نماز ہو

شکوہء جورِ ناروا لاکھ کوئی کیا کرے
حق تو یہ ہے کہ یارؔ کے تم بڑے دلنواز ہو

☆

بے سود اپنے دل کا سہارا کہیں نہ ہو
ہے میرا آج،کل یہ تمہارا کہیں نہ ہو

میں جس کو اپنی سوزشِ دل کہہ رہا ہوں آج
رخسارِ آتشیں کا شرارہ کہیں نہ ہو

اتنا نظر فریب یہ رنگِ جہاں ہے کیوں
تم وجہِ اشتیاقِ نظارا کہیں نہ ہو

میری شبِ فراق بھی روشن ہوئی ہے آج
چمکا مژہ پہ کوئی ستارہ کہیں نہ ہو

اپنے مرضِ ہجر کو دیکھیں تو آ کے وہ
تنکے کو ڈوبتے کا سہارا کہیں نہ ہو

یادش بخیر جاگ اٹھا ہوں میں خواب سے
یارانِ رفتہ گاں نے پکارا کہیں نہ ہو

اے آیارِ غم نوا ہے مرا دل جو اس قدر
اُن کی نگاہِ ناز کا مارا کہیں نہ ہو

☆

ہماری کائناتِ زندگانی دیکھتے جاؤ
کہیں غم ہے کہیں ہے شادمانی دیکھتے جاؤ

نہ دیکھی ہوگی ایسی موت تم نے دیکھنے والو!
اسے کہتے ہیں مرگِ ناگہانی دیکھتے جاؤ

کسی سے ہو رہاہوں بادلِ نا خواستہ رخصت
خموشی کر رہی ہے ترجمانی دیکھتے جاؤ

ہیں گویا نیم باز آنکھیں ،لبِ جنباں یہ کہتے ہیں
کہ بجھنے کو ہے شمعِ زندگانی دیکھتے جاؤ

ارے توبہ کسی نے انتہائے ضبطِ غم کردی
دم آخر کمالِ بے زبانی دیکھتے جاؤ

سخن گوئی پہ اپنی نازِ بےجا کرنے والو
سرِ گورِ غریباں بے زبانی دیکھتے جاؤ

میں اک مدت سے ہوں اے یارؔ پامالِ رہِ الفت
مری قسمت کی مجھ سے بدگمانی دیکھتے جاؤ

☆

میرے دلِ غمگیں سے آزاد یہ کاوش ہو
اے کاش کبھی تیری مجھ پر بھی نوازش ہو

کردے تو مجھے اتنا دیوانہ محبت میں
آئے جو زباں پر وہ تیری ہی ستائش ہو

پھر اہلِ نظر تیرے دیدار کے طالب ہیں
پھر حسنِ دوعالم کے جلووں کی نمائش ہو

فخر اپنے مقدر پر کرنے لگوں پھر میں بھی
تیرے درِ دولت پر میری جو رہائش ہو

دیکھا بھی نہیں جاتا ہے دید کی خواہش بھی
ممکن ہے کہ آنکھوں کی اس میں کوئی سازش ہو

میرے بھی گنہ سارے پھر بخش دیے جائیں
اے یار اگر ان کی محشر میں سفارش ہو

☆

نہ جانے مجھ سے عداوت ہے کیوں زمانے کو
بدل بدل کے جو آتا ہے یہ ستانے کو

جہاں بھی میں نے بنایا ہے آشیانے کو
پہنچ گئی ہیں وہیں بجلیاں جلانے کو

کجا وہ صحنِ گلستاں کجا یہ کنجِ قفس
جگہ ملی تو کہاں میرے آب و دانے کو

شبِ فراق گزاری نہ ہو کبھی جس نے
میں جارہاہوں اسے حالِ دل سنانے کو

کبھی تھے میری محبت کے مدعی وہ بھی
میں یاد آج بھی کرتا ہوں اس زمانے کو

کیا نہ اس پہ کبھی غور ہنسنے والوں نے
کہ چاہتا ہے مرا جی بھی مسکرانے کو

نہ کوئی پاسِ وفا ہے نہ رسمِ ہمدردی
نہ جانے یارؔ ہوا کیا ہے اس زمانے کو

☆

کھیل ان کا ہستیٔ دلِ ناشاد ہو گئی
آباد ہوگئی کبھی برباد ہو گئی

الفت قفس سے کیوں مجھے صیاد ہو گئی
کچھ تُو نے کردیا کہ خداداد ہو گئی

اب اس کو کیا کروں کہ پئے عرضِ مدعا
نکلی جومنہ سے بات وہ فریاد ہو گئی

ہر شے نے داستانِ محبت شبِ فراق
کچھ یوں بیان کی کہ مجھے یاد ہو گئی

روتے رہیں گے قبر پہ میری وہ تابہ کے
کہہ دو کہ اب تلافیٔ بیداد ہو گئی

ہنگامِ شامِ غم قفسِ عنصری میں روح
تڑپی کچھ اس طرح سے کہ آزاد ہو گئی

پوچھو نہ یاؔرراہِ محبت میں کیا ہوا
ہر سعیٔ آفرینش افتاد ہوگئی

☆

اٹھا جب پردہء حسنِ نظر آہستہ آہستہ
منور ہو گئے دیوار و در آہستہ آہستہ

شبِ رنگیں میں صبحِ نو بھی جلد آجاتی ہے لیکن
شبِ فرقت میں ہوتی ہے سحر آہستہ آہستہ

حیا مانع ہے لیکن ہے محبت کا تقاضا بھی
اٹھاتے ہیں وہ محفل میں نظر آہستہ آہستہ

ابھی کر صبر کچھ دن اور اے میرے دلِ مضطر
کہ ہوتا ہے محبت میں اثر آہستہ آہستہ

ستمگر میرا دل ہے مثلِ آئینہ بہت نازک
ستم جو چاہے کر اس پر مگر آہستہ آہستہ

نہ گھبرا اے مسافر تو رہِ دشوارِ الفت میں
کہ ہوجاتا ہے آساں یہ سفر آہستہ آہستہ

مجھے بھی یارؔ یادِ رفتگاں نے اب بلایا ہے
کوئی پوچھے تو کہہ دینا مگر آہستہ آہستہ

☆

سکونِ زندگی حاصل نہیں ہے
زمانہ سازگارِ دل نہیں ہے

رخِ روشن پہ جو مائل نہیں ہے
وہ پتھر ہے یقیناً دل نہیں ہے

تری چشمِ کرم ہے دل پہ ورنہ
یہ تیرے حسن کے قابل نہیں ہے

عبث ہے مطمئن او مرنے والے
یہ منزل آخری منزل نہیں ہے

دلِ معصوم پہ یہ جورِ پیہم
ترے پہلو میں شاید دل نہیں ہے

تکلف برطرف اب آبھی جاؤ
یہاں کوئی سوائے دل نہیں ہے

کہاں ڈھونڈوں میں یارِ بے نوا کو
نشاں کوئی سرِ منزل نہیں ہے

☆

دردِ دل و جگر غمِ پنہاں لیے ہوئے
رہتا ہوں لطفِ زیست کا ساماں لیے ہوئے

تو ماہِ حسن ذرہ نوازِ جہانِ عشق
میں محوِ شوق دیدہء حیراں لیے ہوئے

چمکا رہا ہوں طولِ شبِ غم کی ظلمتیں
دل میں تجلیٔ رخِ جاناں لیے ہوئے

تکمیلِ کائنات ِ جنوں کو چلا ہوں میں
ہاتھوں میں چند تارِ گریباں لیے ہوئے

بہہ بہہ کے اشکِ خوں سرِ مژگاں ہیں جمع یوں
آنکھوں میں جیسے ہوں میں گلستاں لیے ہوئے

☆

دم میں بس رنج و غم رہ گئے
وہ گئے اور ہم رہ گئے

حدِ جوروستم ہوگئی
نقشِ جوروستم رہ گئے

ہوکے عادت سے مجبور وہ
کرتے کرتے کرم رہ گئے

اشک شوئی نہ وہ کر سکا
دیدہء شوقِ نم رہ گئے

دل سے ارماں مٹے سب مگر
وہ خدا کی قسم رہ گئے

شوق منزل رساں ہو گیا
دُور دیروحرم رہ گئے

یارآمیری جبیں کے لیے
ان کے نقشِ قدم رہ گئے

☆

نگاہِ شوق اپنی جس طرف اس نے اٹھا دی ہے
تڑپ اٹھی ہے دنیا اور فطرت مسکرادی ہے

ابھی تک رقص کرتا ہے وہ میری زندگانی پر
جسے میں نے کچھ اپنی داستانِ دل سنادی ہے

جہاں کا ذرہ ذرہ تک مرا ممنونِ احساں ہے
مری نظروں نے اس کے حسنِ پنہاں کو جِلا دی ہے

نہ پوچھو مجھ سے میری لذتِ دشواریٔ منزل
کہ اک اک گام پر میں نے انہیں دل سے دعا دی ہے

ازل سے آج تک اے یارِگرمِ جستجو ہوں میں
مرے پہلو میں قدرت نے یہ دل سی چیز کیا دی ہے

☆

آنکھ دی ہے تو عطا کر مجھے بینائی بھی
جلوے دیکھوں ترے اور انجمن آرائی بھی

کیا خدا جانے شبِ ہجر گزرتی دل پر
ساتھ دیتے نہ اگر صبر و شکیبائی بھی

یاد آتے ہیں وہ اب اشک لہو بن بن کر
رنگ لائی ہے مری ان سے شناسائی بھی

کیا ہے میرا دلِ مضطر بھی تماشہ کوئی
محوِ حیرت ہے نظر چپ ہیں تماشائی بھی

جب شبِ ہجر محبت سے پکارا اس نے
کھل گئی آنکھ، اگر نیند کبھی آئی بھی

دیکھتا ہے تجھے ہر رنگ میں دیوانہ ترا
اس کی دیوانگی میں ہوتی ہے دانائی بھی

اتنا احساسِ محبت تو اسے ہے اے یارؔ
کہنے لگتا ہے وہ اکثر مجھے سودائی بھی

☆

کس نے اپنی جھلک دکھائی ہے
آنکھ مشتاق دل فدائی ہے

دولتِ درد دل نے پائی ہے
زندگی اس کو راس آئی ہے

ان کا دامن نہ ہاتھ سے چھوٹے
لذتِ غم تری دہائی ہے

میں نے بھی دے دیا ہے دل ان کو
میں نے بھی قسمت آزمائی ہے

ہائے مجبوریٔ اسیرِ قفس
سن رہا ہوں بہار آئی ہے

رازِ الفت نہ فاش ہو اے دل
منہ سے نکلی ہوئی پرائی ہے

صبح تک ان کا انتظار رہا
رات بھر کس کو نیند آئی ہے

سوزِ دل کا گِلہ کروں کس سے
آگ اس گھر کو خود لگائی ہے

میرے ایماں کی آبرو رکھ لے
تیرے در پر جبیں جھکائی ہے

یارآپنا جہاں میں کوئی نہیں
بات اب یہ سمجھ میں آئی ہے

☆

کچھ اتنا بڑھ گئے ہیں آغوشِ غم میں پل کے
طوفاں اٹھا رہے ہیں آنسو نکل نکل کے

ساقی کی چشمِ میگوں اس طرح کیف زا ہے
محفل میں جیسے کوئی لبریز جام چھلکے

دھنتی رہی سر اپنا تا صبح شمع محفل
کیا جانے کہہ گئے کیا پروانے شب میں جل کے

لرزاں ہے اشکِ غم یوں نوکِ مژہ پہ میری
جیسے کوئی ستارہ بادل کی اوٹ جھلکے

کام آ گئی ندامت محشر میں وقتِ میزاں
میرے گناہ نکلے اس کے کرم سے ہلکے

اے یارؔ سننے والے محظوظ ہو رہے ہیں
راز آشنائے دل ہیں اشعار اس غزل کے

☆

گلوں پہ جو شبنم گری روتے روتے
تو خوشبو اڑا لے گئی روتے روتے

خوشی آ کے رخصت ہوئی روتے روتے
گزرتی ہے اب زندگی روتے روتے

نہ چھیڑے مریضِ محبت کو کوئی
کہ وہ سوگیا ہے ابھی روتے روتے

گزارے ہیں یوں بھی شب و روز میں نے
کبھی ہنستے ہنستے کبھی روتے روتے

سمجھنا کسی کو نہ تم یار اپنا
یہ کہتا گیا ہے کوئی روتے روتے

☆

وہ بقدرِ طلب نگاہ میں ہے
کوئی منزل پہ کوئی راہ میں ہے

مجھ سے پردہ عبث ہے پردہ نشین
تیری صورت مری نگاہ میں ہے

یاد کرتا ہوں بار بار انہیں
کچھ عجب لطف رسم و راہ میں ہے

میں نے دیکھی ہے جب سے ان کی نگاہ
ساری دنیا مری نگاہ میں ہے

اس کی شانِ کرم کا حسنِ یقیں
کار فرما مرے گناہ میں ہے

راز میری حیاتِ فانی کا
آپ کی یادِ بے پناہ میں ہے

شیفتہ اس پہ حضرتِ دل ہیں
یار بدنام خواہ مخواہ میں ہے

☆

یہ کون دے رہا ہے فریبِ نظر مجھے
لے جا رہا ہے شوق نہ جانے کدھر مجھے

وہ مل گئے تو دولتِ کونین مل گئی
دیکھا انہیں تو آ گیا سب کچھ نظر مجھے

جی لگ رہا ہے کنجِ قفس میں کچھ اس قدر
اب ناگوار ہیں یہ مرے بال و پر مجھے

اللہ رے ان کے حسنِ تصور کی شوخیاں
رہ رہ کے آرہے ہیں وہ جیسے نظر مجھے

نظروں میں ہے حجاب، تکلف کلام میں
محفل میں اپنی دیکھ لیا ہے مگر مجھے

ناکامیوں کی حد سے بڑھا جا رہا ہوں میں
یہ حال ہے کہ ڈھونڈ رہا ہے اثر مجھے

ہوجائے ختم آج ہی کیا داستانِ غم
رونا ہے یارؔ یہ تو ابھی عمر بھر مجھے

☆

خوب ہے ان کی دلستانی بھی
رہبری بھی ہے پاسبانی بھی

ہیں پسِ مرگ وا مری آنکھیں
عرضِ غم بھی ہے بے زبانی بھی

سرگزشتِ محبتِ ناکام
ہے حقیقت بھی اور کہانی بھی

آج وہ یاد آ رہے ہیں مجھے
دردِ دل بھی ہے شادمانی بھی

کھو گیا ہوں تلاشِ منزل میں
گمرہی بھی ہے کامرانی بھی

ہوں ترا کشتہء فریبِ نظر
مرگ بھی ہے یہ زندگانی بھی

کیوں نہ آئے کلامِ یار پسند
خوش بیانی بھی ہے روانی بھی

☆

یہ تقاضائے حسنِ فطرت ہے
میرے دل کی اسے ضرورت ہے

یہ تصنع نہیں حقیقت ہے
میری دنیا تری بدولت ہے

یاد کرتا ہوں صبح وشام اسے
یہ محبت بھی اک عبادت ہے

اکثر آتے ہیں میرے خواب میں وہ
یہ ملاقات بھی غنیمت ہے

میری نظریں ہیں موردِ الزام
دیکھنا بھی انہیں قیامت ہے

باہم اک دوسرے کی دلجوئی
حسنِ اخلاق و آدمیت ہے

وہ ہیں آسودہ میں ہوں تشنہ کام
یار یہ اپنی اپنی قسمت ہے

☆

یہ حقیقت ہے حقیقت جو تری جان گئے
اپنی ہستی سے وہ گزرے ترے قربان گئے

آج وہ سامنے آ آ کے بایں شان گئے
جو نہ مانے تھے کبھی وہ بھی انہیں مان گئے

رنگ و بوئے چمنِ دہر میں ہر چند چھپے
دیکھنے والے مگر آپ کو پہچان گئے

کہہ اٹھے وہ بھی کہ شاید کوئی دیوانہ ہے
دیکھ کر ان کو کچھ ایسے مرے اوسان گئے

اب نہ پہلی سی محبت ہے نہ پہلا سا کرم
اب کہاں آپ کے وہ وعدہ و پیمان گئے

بڑھ گیا جوشِ جنوں موسمِ گل آتے ہی
ہاتھوں ہاتھوں مرے دامان و گریبان گئے

کس کو کہتے ہیں سکوں یار ہمیں کیا مطلب
ہم تو آئے تھے پریشان ، پریشان گئے

☆

دل میں وہ بیٹھے ہوئے ہر چند تابندہ رہے
ہم مگر ہر سُو جہاں میں ان کے جوئندہ رہے

کاش یوں ان کی محبت دل میں پائندہ رہے
نام میرا برزبانِ خلق، آئندہ رہے

جس کی وجہِ زندگی ہو آپ کی موجودگی
آپ ہی فرمایئے وہ تابہ کے زندہ رہے

خیر جانے دو تمہارا یہ تغافل ہی سہی
ہاں خیالِ وعدہء فردا اب آئندہ رہے

رحم آنا تھا نہ آیا ان کو حالِ زار پر
ان سے ہم عرضِ تمنا کر کے شرمندہ رہے

کیوں کسی کے سامنے پھیلائیں ہم دستِ سوال
کیوں ہمارے دوش پر احسانِ بخشندہ رہے

اپنی ہستی صرف ِراہِ جستجو کردی مگر
اس خسارہ پر بھی ہم اے یاؔریا بندہ رہے

☆

سرِ شامِ غم جو چراغِ دل ترے انتظار میں جل گئے
نہ بجھا سکا کوئی جب انہیں تو وہ مہروماہ میں ڈھل گئے

ترے راہروانِ تلاش میں کبھی راستے جو بدل گئے
تو حدودِ منزلِ زیست سے وہ کچھ اور آگے نکل گئے

سرِ راہِ شوق یہ مستیاں ترے میکشانِ نگاہ کی
کبھی چلتے چلتے وہ گر پڑے کبھی گرتے گرتے سنبھل گئے

میرے شوقِ دل کی یہ کیفیت ،رہِ جستجو میں یہ محویت
کہ مقامِ دیروحرم ترے مرے سامنے سے نکل گئے

نکل آئے پھول وہاں وہاں وہ ٹھہر گئے تھے جہاں جہاں
اُڑی بوئے مشک اِدھر اُدھروہ جدھر جدھر سے نکل گئے

یہ میں ان کی یاد میں محو تھا کہ یہ میرا عالمِ سہو تھا
مجھے کچھ بھی علم نہ ہو سکا وہ ابھی ادھر سے نکل گئے

نہ وہ لطف ہے نہ وہ ہے کرم ہے ستم کہ یارؔ پہ ہے ستم
میں سمجھ رہا ہوں انہیں وہی وہ مگر کبھی کے بدل گئے

☆

تھے بے نیازِ ہستی واقف نہ تھے خودی سے
دیوانگی ہماری بہتر تھی آگہی سے

ہم ان کو جیسے بالکل پہچانتے نہیں ہیں
بزمِ طرب میں ان کی بیٹھے ہیں اجنبی سے

ارمان و یاس وغم سے حرمان و بیکسی سے
دنیا میں رہ کے ہم کو ملنا پڑا سبھی سے

عرضِ طلب میں میری کیوں ہے اُنہیں تکلف
کام آدمی کا اکثر پڑتا ہے آدمی سے

دل میں ہے درد لیکن میں کیوں نہ مسکراؤں
ہے زندگی وہی جو گزرے ہنسی خوشی سے

لطف و کرم سے جس نے محروم کر دیا ہے
میں مانگنے چلا ہوں لطف و کرم اسی سے

اکثر سنا ہے میں نے کہتے ہوئے کسی کو
ہوتے ہو کیوں پریشاں اے یار تم ابھی سے

☆

میں خوش ہوتا ہوں جب کوئی ستم ایجاد ہوتا ہے
کہ لطفِ زندگی پروردۂ بیداد ہوتا ہے

نمودِ حسن ہوتی ہے حجابِ دردو حرماں میں
حقیقت میں وہی ہے شاد جو ناشاد ہوتا ہے

شبِ فرقت میں مری آنکھوں سے جو آنسو نکلتے ہیں
انہیں سے کچھ سکونِ خاطرِ ناشاد ہوتا ہے

ہجومِ حسرتِ دل کا سبب ہے ان کی بے مہری
یہ گھر برباد جب ہوتا ہے تب آباد ہوتا ہے

قفس کو لے اڑوں یہ ہمتِ پرواز کہتی ہے
مگر پھر کچھ خیالِ خاطرِ صیاد ہوتا ہے

یہ جذباتِ محبت ہیں ابھر آتے ہیں جو اکثر
کہیں اے یاؔر دل بھی مائلِ فریاد ہوتا ہے

☆

دل سے خیالِ دنیا موہوم کر دیا ہے
اپنے کو میں نے ان سے موسوم کر دیا ہے

میں تو سمجھ رہا تھا تم کو خدائے الفت
اپنے کرم سے پھر کیوں محروم کر دیا ہے

وہ بھی خفا ہیں مجھ سے برگشتہ ہے جہاں بھی
تقدیر میں یہی کیا مقسوم کر دیا ہے

ذوقِ طلب نے کر دیں آسان مشکلیں سب
دل کو صعوبتوں نے معصوم کر دیا ہے

ان سے نہ کوئی شکوہ طالب نہ میں کرم کا
حالِ دلِ شکستہ مرقوم کر دیا ہے

وہ ہنس دیے ہیں پڑھ کر رودادِ شامِ فرقت
مفقود میرے خط کا مفہوم کر دیا ہے

بخشی ہے دوسروں کو جب اس نے شادمانی
یارِ حزیں کو پھر کیوں مغموم کر دیا ہے

☆

تا کجا حدِ اعتبار گئی
صبح تک شامِ انتظار گئی

آئے وہ ہو گیا چمن رنگیں
وہ گئے رونقِ بہار گئی

کردیا بے نیازِ حسنِ جہاں
چشمِ ساقی مجھے سدھار گئی

بوئے گل ہو کہ ہو نسیمِ سحر
پُرسکون آئی بے قرار گئی

دیکھنے والے ہوگئے بے خود
چشمِ بدمست ہوشیار گئی

رات شبنم گلوں سے مل مل کر
تادمِ صبح اشکبار گئی

عہدِ ماضی کی اب کہاں قدریں
دورِ حاضر میں قدرِ یار گئی

☆

کس مپرسی کا اب یہ عالم ہے
کوئی مونس نہ کوئی ہمدم ہے

گزرے جو کچھ رہِ محبت میں
شکر ہر حال میں مقدم ہے

کیوں نہ اس کی طرف ہو دل مائل
روزِ اوّل سے ربطِ باہم ہے

میں ہی تنہا نہیں پریشاں حال
حسن کا بھی مزاج برہم ہے

پھول کیوں رات آبدیدہ تھے
صبح کیوں اشکبار شبنم ہے

دل گوارا کرے گا یہ کیسے
ترکِ الفت خیالِ مبہم ہے

یارؔ میرا تو ہے یہی ایماں
اس سے الفت ہو جس قدر کم ہے

☆

فکرِ منزل ہے نہ فکرِ جادہء منزل مجھے
جا رہا ہوں جہاں لے جا رہا ہے دل مجھے

غرقِ طوفاں ہو رہی تھی کشتیِٔ دل جب مری
دیکھتا ہی رہ گیا ساحل کو میں ،ساحل مجھے

ہے طلب گارِ معافی اب وہ اپنے جرم پر
ڈھونڈتا پھرتا ہے محشر میں مرا قاتل مجھے

ڈر رہا تھا کر نہ دے گمراہ میری بیخودی
آگئی لیکن وہی لے کر سرِ منزل مجھے

اپنی ہستی کیوں نہ کردوں نذرراہِ شوق میں
دے گیا ہے یہ سبق پروانہء محفل مجھے

وہ کرم فرما نہیں لیکن ستم آرا تو ہے
شکر ہے اس کا کہ سمجھا تو کسی قابل مجھے

حسن والوں سے ہے کیوں حسنِ عقیدت اس قدر
کر نہ دے رسوا کہیں اے یارؔ میرا دل مجھے

☆

میں رہروِ محبت تو میرا رہنما ہے
میری طلب سے بھی کچھ مجھ کو سوا ملا ہے

شیرازہء محبت میرا بکھر گیا ہے
تم ہی خفا نہیں ہو سارا جہاں خفا ہے

نازو نیازِ الفت میں کیوں مخل ہو کوئی
یہ ان کے اور میرے دل کا معاملہ ہے

اے میرے غمگساراں ہوتے ہو کیوں پریشاں
شدت ہی دردِ دل کی خود درد کی دوا ہے

دیکھا ہے میں نے جیسے بیٹھے ہیں سامنے وہ
آنکھوں نے میری اکثر دھوکہ مجھے دیا ہے

مجھ کو بھی بخشدے اے بخشندہء دو عالم
میں بھی ہوں تیرا بندہ تو بھی مرا خدا ہے

وہ بعدِ مرگ آ کر یہ پوچھتے ہیں مجھ سے
اے یارؔ کچھ کہو تو یہ تم کو کیا ہوا ہے

☆

تُو رنگِ چمن دکھلا یا بوئے گلِ تر دے
کردیں نہ کہیں رسوا تجھ کو یہ ترے پردے

تو سادگیٔ فطرت آنکھوں میں مری بھر دے
رنگینیٔ دنیا سے بیگانہ مجھے کردے

دل کو مرے تُو ایسا عکسِ رخِ انور دے
تارِ شب فرقت کو جو نورِ سحر کردے

یارب مری خوشیاں بھی دامن میں مری بھر دے
مجھ پر بھی ترحّم کی تُو اپنی نظر کر دے

تُو ترکِ محبت پر مجبور نہ کر دل کو
یہ تو نہ سزا مجھ کو اے میرے ستمگر دے

تیرے درِاقدس پر ہو وقفِ جبیں سائی
اے کاش مجھے یہ بھی تُو مرتبہء سَر دے

بے مہری وخود بینی ہے حسن کی فطرت میں
الزام نہ اس کو تُو اے یآرِ سخنور دے

☆

آجاتا ہے زبان پہ مری یہ کبھی کبھی
یارب نصیب ہوگی مجھے بھی خوشی کبھی

سمجھا ہے میں نےموت کو بہتر کبھی کبھی
گزری ہے ایسے دور سے بھی زندگی کبھی

پردوں میں رنگ و بُو کے وہ پنہاں نہ رکھ سکے
دیکھاہے ان کو سامنے میں نے کبھی کبھی

اک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں ہم اس طرح
مل جائیں جیسے راہ میں دو اجنبی کبھی

اس کی نظر میں کیا گلِ خنداں کی آبرو
دیکھی ہو جس نے ان کے لبوں پر ہنسی کبھی

اے خالقِ ضیائے مہ و مہر کاش ہو
میری شبِ فراق میں بھی روشنی کبھی

اے یارؔ منتظر ہی رہا میں تمام عمر
اس نے کہی نہ اپنی نہ میری سنی کبھی

☆

کب سے رواں دواں ہیں محبت کے قافلے
لیکن وہی ہیں آج بھی کل تھے جو فاصلے

میں کیا بتاؤں اُن کی ادائیں ہیں کیوں پسند
دل کے معاملے ہیں یہ دل کے معاملے

میری نگاہِ شوق حرم تک پہنچ گئی
گو پردہ ہائے حسن میں مشکل تھے داخلے

ناز ان کو حسن پر ہے تو میں ہوں نیاز مند
اکثر یہ ہوتے رہتے ہیں باہم مقابلے

دیکھا کوئی حسین تو دل مدح خواں ہوا
اللہ رے کیا ہیں حسن و محبت کے رابطے

وہ ہیں وفاشعار کہ میں ہوں وفا شعار
ہو جائیں ایک دن نہ ہمارے محاسبے

اے یارؔ دی ہے موت کو آواز بارہا
گزرے ہیں زندگی میں کچھ ایسے بھی حادثے

☆

ہر چند حسن و عشق میں کچھ رابطے ہوئے
لیکن رہِ طلب میں نہ کم فاصلے ہوئے

اب ان کی دید کے یہ نئے قاعدے ہوئے
ہم اجنبی کی طرح ملیں جانتے ہوئے

خیرہ نظر ہوئی تو گری دل پہ برقِ حسن
کیا کیا نہ زندگی میں مری حادثے ہوئے

لغزش ہوئی نہ پائے وفا کو مرے کبھی
اکثر امید و بیم میں گو معرکے ہوئے

نادم ہوں اپنی کثرتِ عصیاں پہ اس قدر
آتی ہے شرم فیض و کرم مانگتے ہوئے

ہم پاشکستہ بھی تھے شریکِ سفر مگر
منزل قریب تھی کہ جدا قافلے ہوئے

وہ کیا ملے کہ دولتِ کونین مل گئی
اے یار آن سے مل کے بڑے فائدے ہوئے

☆

اے مرے غم آشنا اے عشق والے دردِ دل
آدمی ہوجائے وہ جو تجھ کو پالے دردِ دل

چھوڑ بھی یہ صحبتِ دلدادگانِ عیش تُو
دوسری دنیا محبت کی بنالے دردِ دل

گر امیدِ زیست ہے گر انتظارِ مرگ ہے
لے رہا ہے آج کچھ ایسے سنبھالے دردِ دل

اپنی ہستی کی حقیقت ہوگئی مجھ پر عیاں
تُو نے بابِ زندگی سب کھول ڈالے دردِ دل

تم نے کیا نیرنگ کارِ عاشقی سمجھا ہے کھیل
یاؔر پاتے ہیں بڑی تقدیر والے دردِ دل

☆

کیا نظر آ گیا وہ رشکِ جمال
کیوں نکلتے ہی چھپ گیا ہے ہلال

تھے وہ خود شائقِ نمود و جمال
دسترس ورنہ تھی نظر کی محال

مہرباں وہ بھی اکثر آئے نظر
لیکن اصلا بڑھا نہ دستِ سوال

تابہ کہ یہ نگاہِ قہر تری
شیشہء دل میں پڑ نہ جائے بال

تم سے ہوتی نہ راہ و رسم اگر
زندگی کا گزارنا تھا محال

ہاں ذرا دیکھ کرخرامِ ناز
ہونہ جائے کسی کا دل پامال

رنگ و بُو میں بھی اس کو دیکھ لیا
یار آپنی نظر کا ہے یہ کمال

☆

یاد ان کو بے پناہ کیے جا رہا ہوں میں
لوگو تمہیں گواہ کیے جا رہا ہوں میں

دل میں ہے درد آہ کیے جارہا ہوں میں
ان سے مگر نباہ کیے جا رہا ہوں میں

یوں اٹھ رہی ہیں میری محبت پہ انگلیاں
جیسے کوئی گناہ کیے جارہا ہوں میں

دَم ہے لبوں پہ ہجر کی شب اور ہوں خموش
تکمیلِ رسم و راہ کیے جا رہا ہوں میں

اتنا فراخ دل ہوں کہ اپنوں کا ذکر کیا
غیروں سے بھی نباہ کیے جا رہا ہوں میں

اے یارؔ جیسے کوئی بڑی بات ہی نہیں
یوں زندگی تباہ کیے جا رہا ہوں میں

☆

دنیا میں اپنا نام کیے جا رہا ہوں میں
راہِ طلب میں جان دیے جا رہا ہوں میں

اے ساکنانِ منزلِ مقصود ہو قبول
ہر گام پہ سلام کیے جارہا ہوں میں

جب سے سنا ہے آمدِ فصلِ بہار ہے
دامن کو تار تار کیے جا رہا ہوں میں

ہوش و حواس ،فہم و خرد،حسنِ اعتقاد
جو کچھ ہے اپنے پاس دیے جا رہا ہوں میں

آئے گی ان کی ساعتِ آمد نہ جانے کب
مدت سے انتظار کیے جا رہا ہوں میں

اے یار آن کی یاد سے غافل نہیں ہوں میں
نام ان کا مرتے دم بھی لیے جا رہا ہوں میں

☆

روشن فلک نہیں کہ منور زمیں نہیں
جلوؤں سے اس کے کون سی دنیا حسیں نہیں

محروم دید سے نگہء دور بیں نہیں
پردہ نشیں بھی ہو کے وہ پردہ نشیں نہیں

ناکامیوں کے دَم سے ہے احساسِ زندگی
تکمیلِ آرزو تو حیات آفریں نہیں

آیا خیالِ یار جہاں سر جھکا دیا
محتاج آستاں کا مذاقِ جبیں نہیں

دامن پہ اپنے آج گلستاں ہے کیوں نثار
لائے ہیں رنگ اشکِ لہو تو کہیں نہیں

یوں سن رہے ہیں آج زمانے کے منہ سے وہ
جیسے کہ یہ فسانۂ یارِ حزیں نہیں

نظمیات

فریبِ وفا

دیکھا بااتّفاق کہ اک پیکرِ جمال
جس کے مجسمے سے نمایاں تھا اعتدال
معصومیت سے کھیل رہی تھی بطر زناز
قدرت کے اٹھ رہے تھے معاً پردہ ہائے راز
آنکھوں میں آب،آب میں شامل حیا بھی تھی
تھا درسِ زیست،زیست میں داخل قضا بھی تھی
تھی زیرِ لب وہ موجِ تبسم کہ الاماں
اندازِ گفتگو میں بلا کی تھیں شوخیاں

ہر اک قدم پہ جذب کی دنیا لیے ہوئے
رنگِ نشاط و عیش کو اپنا کیے ہوئے

گویا بڑھا رہی تھی وہ دامانِ اتّقا
نظروں سے دے رہی تھی مجھے دعوتِ وفا

لایا نہ تابِ دید کہ انسان ہی تو تھا
اپنا سمجھ لیا اسے انجان ہی تو تھا

صبرو سکون، ہوش و خرد ، عقل و فہم سب
پیشِ حضور نذر کیے میں نے باادب

پھر اتّصال حِسنِ محبت نہ پوچھیئے
ہاں یاد ہے وہ دورِ محبت نہ پوچھیئے

ہر لحظہ ہر نگاہ تھی مائل بہ التفات
صد رشک زندگی تھی جہاں میں مری حیات

ناگاہ افتتاح ہوئی انقلاب کی
باتیں وہ مجھ سے کرنے لگی انقلاب کی

سمجھا میں ایک یہ بھی ادائے حبیب ہے
ہے خوش نصیب وہ کہ جسے تُو نصیب ہے

محمول نازِ حسن پہ میں نے کیا اسے
لیتا رہا کچھ اور محبت کے میں مزے

دیکھا جو ایک دن تو وہ ثابت قدم نہ تھی
آنکھوں میں اس کی گرمیٔ ذوقِ کرم نہ تھی

نظریں پھری ہوئیں تھیں جبیں تھی شکن نواز
پیدا تھا اس کے طرزِ تکلم سے احتراز

معصومیت تھی اس میں نہ وہ محویت ہی تھی
وہ رنگِ دلکشی تھا نہ وہ اصلیت ہی تھی

پوچھا جو میں نے یار کہ ہے کیا یہ ماجرا
فرمایئے تو مجھ سے ہوئی کون سی خطا

کہنے لگے بگڑ کے تعجب ہے کیا تجھے
یہ سب مرا فریب تھا اک دل کے واسطے

ہوتا ہے کب کسی کا جہاں میں کوئی حسیں
انجام تُو نے عشق کا شاید سنا نہیں

ہے یہ خیالِ خام ترا اس سے بازآ
کرتا نہیں کسی سے کوئی آج کل وفا

یہ کہتے ہی نہ جانے کہاں وہ سما گئی
میری حیاتِ غم کو فسانہ بنا گئی

میں نے دیکھا ہے تجھے

پردہ ہائے حسن میں اکثر نظامِ دہر میں
یا ترحم کی ادائیں ،رنگ میں یا قہر میں
فکرِ شاعر میں کبھی مطرب کے نغموں میں کبھی
موجِ ساحل میں کبھی ،دریا کی لہروں میں کبھی
پُر فضا نورِ افق کے دلفریب انداز میں
خوشنما رنگِ شفق کے پردہ ہائے ناز میں
صبح دم یا بوئے گلہائے گلستاں میں کہیں
عرصہء صحرا کے یا خارِ مغیلاں میں کہیں

انتہائے یاس میں ،شادابئ امید میں
بیکسو ں کی بے کسی میں شادما ں کی عید میں
روشنئ مہر میں رنگینئ مہتاب میں
دن کے سازِ ہوش میں شب کے سکوتِ خواب میں
جلوہ ہائے حسن کی رنگینیوں کے راز میں
جانفزاموجِ تبسم کے لطیف انداز میں
نیم شب کو ایک مظلوم ِ جہاں کی آہ میں
اشک ہائے چشم کی گہرائیوں کی تھاہ میں
یاآرکے بھی درد میں غم میں دلِ ناکام میں
یاس میں بیتابیوں میں عشق بے انجام میں
میں نے دیکھا ہے تجھے

روٹھنے والے

صبح کو جس وقت ہوتا ہے عیاں نورِ سحر
جب دعاؤں کے لیے ہوتا ہے وا بابِ اثر
دیکھتی ہے ایک حسرت سے تجھے میری نظر
منتیں کرتا ہے اٹھ اٹھ کر تری دردِ جگر

روٹھنے والے بتا دے کاش اتنا تُو مجھے
اور بھی کوئی طریقہ ہے منانے کا تجھے

ملتے ہیں آپس میں دونوں وقت جس دم شام کو
سنتا ہوں دنیا کے منہ سے وصل کے پیغام کو
تھام لیتا ہوں بہ مایوسی دلِ ناکام کو
انتہائے درد سے لیتا ہوں تیرے نام کو

روٹھنے والے بتا دے کاش اتنا تو مجھے
اور بھی کوئی طریقہ ہے منانے کا تجھے

نیم شب کو جب کہ محوِ خواب ہوتا ہے جہاں
غالب آجاتا ہے ہر شے پر خموشی کا سماں
دل تصور میں ترے ہوتا ہے مصروفِ فغاں
اشکِ پیہم یار کی آنکھوں سے ہوتے ہیں رواں

روٹھنے والے بتا دے کاش اتنا تو مجھے
اور بھی کوئی طریقہ ہے منانے کا تجھے

حالِ زار

زندگی کی کشمکش سے برسرِ پیکار ہوں
میں سراپا ہوں گنہگار اور بے کردار ہوں

لوگ دل برداشتہ ہیں نام کا میں یار ہوں
ناز پرور کل تھا جن کا آج ان پہ بار ہوں

سائلِ رحم و کرم ہوں طالبِ دیدار ہوں
رشکِ مہر و ماہ تُو میں پَرتوِ انوار ہوں

انقلابِ زندگی کا نقش بَر دیوار ہوں
اپنے حالِ زار کا میں ترجماں اے یارؔ ہوں

قطعات

☆

دل ہے امیدِ التفات لیے
آنکھ ہے غم کی کائنات لیے
رہروِ منزلِ محبت ہوں
لذتِ تلخئ حیات لیے

☆

کچھ شکایت نہیں زمانے کی
چیز ہی تھا میں بھول جانے کی
ہاں مگر تم سے اتنا کہنا ہے
تم نے کوشش نہ کی نبھانے کی

☆

دل میں ابھر کے گرمئ جذبات رہ گئی
آئے نہ آپ شرطِ ملاقات رہ گئی
کٹنے کو کٹ گئی بہر عنواں شبِ فراق
کہنے کے واسطے مگر اک بات رہ گئی

☆

دن میں بھی ہوں میں ایک رات لیے
کعبۂ دل میں سومنات لیے
دردو غم ہے مری خوشی میں نہاں
ہنس رہا ہوں تاثرات لیے

☆

ضبطِ الفت بڑھتے بڑھتے دل کو تڑپا ہی گیا
بن کے آنسو رازِ غم دنیا کو سمجھا ہی گیا
پردہ داری حسن کی ہر چند تھی مدِ نظر
مرتے دم لیکن زباں پر ان کا نام آ ہی گیا

☆

مجھ کو اپنا بنا کے چھوڑ دیا
مجھے سے رشتہ جو تھا وہ توڑ دیا
رنگ و بو کے فریب میں آ کر
راستہ زندگی کا موڑ دیا

☆

وہی لب پہ آہیں وہی بین ہے
وہی اشک افشاں ہر اک نین ہے
قیامت بداماں وہی رین ہے
نہ تھا چین پہلے نہ اب چین ہے

☆

مل سکے کیا سکوں تضاد کے ساتھ
صلح ممکن نہیں عناد کے ساتھ
جی رہا ہوں اس اعتقاد کے ساتھ
ہو محبت تو اعتماد کے ساتھ

☆

دن کہیں روز عید ہوتا ہے
شب کہیں شب برات ہوتی ہے
یار بھی کل کہیں تھا آج کہیں
آب و دانہ کی بات ہوتی ہے

☆

لطفِ رسم و رواج و رِیت گیا
وہ محبت کا دور بیت گیا
میں نہ بھولا اسے وہ بھول گیا
ہار کر بھی وہ مجھ سے جیت گیا

☆

حالتِ زار کا اپنی میں نمائندہ ہوں
خود خریدار ہوں میں خود ہی فروشندہ ہوں
چل دیے چھوڑ کے تنہا مرے احباب مجھے
لوگ انگشت بدنداں ہیں کہ میں زندہ ہوں

منتخب اشعار

آنکھ میں میری جھلکتا تھا جو آنسو کی طرح
یاد نے تیری اسی قطرے کو دریا کر دیا

☆

میں روک لوں آہوں کو میں ضبطِ فغاں کر لوں
تھم جائیں مگر میرے یہ دیدۂ تر کیوں کر

☆

خار بھی خوشبوئے گل دینے لگے
کوئی اس راہ سے گزرا ہوگا

☆

اک دلِ معصوم کو تسخیر کرنے کے لیے
ہر ادائے حسن کو اعجاز بن جانا پڑا

☆

خوشبوئے یار نسیمِ سحری لاتی ہے
آنکھ کھل جاتی ہے ہنگامِ سحر آپ سے آپ

☆

رہتا نہیں جہاں رہ و منزل میں امتیاز
دل مجھ کو اس مقام پہ پہونچا کے رہ گیا

☆

بھول جاتا ہوں راہِ منزل میں
راس مجھ کو سفر نہیں آتا

☆

رات کچھ اس طرح چھیڑی دل نے رودادِ الم
شب کی خاموشی کو بھی آواز بن جانا پڑا

☆

الجھ کر زلفِ پیچاں میں نکلنا دل کا مشکل ہے
مہم یہ اور بھی دشوار و جاتی ہے سَر ہو کر

☆

خوشِ جنوں میں دستِ جنوں کچھ بڑھا ہی تھا
دامن پکار اٹھا کہ گریباں نہیں رہا

☆

نیند آجاتی ہے جب شب میں مجھے پچھلے پہر
دیتا ہے آواز کوئی آ کے میرے دل کے پاس

☆

تھے وہ خود شائقِ نمودو جمال
دسترس ورنہ تھی نظر کی محال

☆

نہ فکرِ جادۂ منزل نہ ہوشِ منزل ہے
خبر نہیں ہے کہاں یار جا رہا ہوں میں

☆

ناکامیوں کے دَم سے ہے احساسِ زندگی
تکمیلِ آرزو تو حیات آفریں نہیں

☆

رہِ طلب میں ہے منزل کو جستجو میری
قریبِ منزلِ مقصود ہو گیا ہوں میں

☆

وقتِ سعید تھا تو زمانہ تھا اپنا یارؔ
حالِ حزیں کا کوئی بھی پُرساں نہیں رہا

☆

تھیں مری ناکامیاں کتنی حقیقت آشنا
دے رہے ہیں آج درسِ معرفت حرمان و یاس

☆

یارؔ یہ واقعاتِ الفت بھی
کچھ عجیب و غریب ہوتے ہیں

☆

جب شب کا سکوں ہوتا ہے جواں جب ہوتا ہے محوِ خواب جہاں
جب اٹھتا ہے دل میں دردِ نہاں تب یارؔ غزل خواں ہوتا ہے

☆

کیا کہوں آپ نے پہچانا بھی
باتیں کرتا ہے کہیں ہوش کی دیوانہ بھی

☆

سوتے سوتے اکثر اٹھ کر کیوں میں رونے لگتا ہوں
شب کے سکوتِ خواب میں مجھ کو کون جگانے آتا ہے

☆

تیری یاد کا جو ہو سلسلہ تو ہو پھر تعینِ وقت کیا
نہیں قیدِ شام و سحر یہاں تیرا ذکرِ خیر مدام ہے

☆

مرنے والوں کا نہ ہوتا کوئی رونے والا
ساتھ دیتی نہ اگر شمع بھی پروانوں کا

☆

آتی ہے جو رہ رہ کے تمہیں یاد کسی کی
اے یارؔ اسے دل سے بھلا کیوں نہیں دیتے

☆

سکوں یارؔ ممکن نہیں اس جہاں میں
کہیں اور جانے کو دل چاہتا ہے

☆

اے یارؔ جیسے کوئی بڑی بات ہی نہیں
یوں زندگی تباہ کیے جارہا ہوں میں

☆

غم ہے مسرتوں کے پردوں میں کارفرما
میں ہوگیا ہوں واقف انجام سے خوشی کے

☆

آتی نہیں ہے نیند مجھے جاگنے کے بعد
شب کو خموشیوں میں پکارا نہ کیجئے

☆

شبِ فراق نے سمجھا ہے کیا مجھے تنہا
تصورات کی دنیا بسا نہ دوں تو سہی

☆

طبعِ پیری میں بھی ہے رنگیں یارؔ
تو کہیں پھر جواں نہ ہو جائے

☆

لذتِ راہِ طلب کا ہے تقاضا مجھ سے
دور کچھ اور مری دوریٔ منزل ہو جائے

☆

یارؔ ناکامیٔ پیہم سے پتا چلتا ہے
میری قسمت میں یہ پہلے سے لکھا ہو جیسے

☆

تسلیاں جو نہ دیں آکے وہ تصور میں
گزارنا شبِ فرقت حرام ہو جائے

☆

کبھی فلک سے کبھی کی ہیں چاند سے باتیں
کٹی ہے کیسے شبِ ہجر کوئی کیا جانے

☆

کہاں سے لائیں وہ دیرینہ صحبتیں ہمدم
نہ ہیں وہ یارؔ ہمارے نہ ہیں وہ یارانے

☆

یاد آئے نہ بتوں کی میرے دل میں کیونکر
کعبہ کہتے ہیں جسے تھا کبھی بت خانہ بھی

☆

تمہارے حسنِ پنہاں کا یہی رازِ تجلی ہے
جو نزدیکی کا غالب ہو وہ پہلے دور ہو جائے

☆

قریبِ کنجِ قفس مژدہء بہار تو ہے
فضائے صحن چمن کچھ ہو خوشگوار تو ہے

☆

کہتی ہے مجھ سے لذتِ آزارِ ہجرِ یار
اچھا ہے دردِ دل کو نہ اچھا کرے کوئی

☆

ہنسنے والو دیکھتا ہوں جب تمہیں ہنستے ہوئے
میرا دل بھی چاہتا ہے مسکرانے کے لیے

☆

چل رہاہوں اسی کے کہنے پر
وہ کوئی راہنما سا لگتا ہے

☆

حالِ یارِ حزیں بتائیں کیا
درد میں مبتلا سا لگتا ہے

☆

ہے نہ فکرِ غیر مجھ کو نہ ہے خواہشِ یگانہ
مرا رہبرِ طلب ہےمرا ذوقِ عارفانہ

☆

نمودِ حسن ،فریب ِ نظر،دل آزاری
تمام ماحصلِ سیر گاہ دیکھ چکے

☆

ملی تو بے اثری ہی تمہاری حسن شناس
کمالِ لذتِ تاثیرِ آہ دیکھ چکے

☆

دل کو آیا نہ جوانی میں خیالِ پیری
اب یہ عالم کہ جوانی کے لیے روتا ہے

☆

ہر چند کے سب حال مرا پوچھ رہے ہیں
ہر بات مگر دل کی بتائی نہیں جاتی

☆

گو کہا سب نے بے وفا ان کو
پھر بھی یہ بات معتبر نہ ہوئی

☆

رونقِ بزم ِ محبت بھی کبھی دیکھ آ کر
یاد کی شمعیں مرے دل میں جلانے والے

☆

سچ تو یہ ہے کہ نوا سنجِ محبت ہوں میں
یارآب کچھ بھی کہیں مجھ کو زمانے والے

☆

تارِ شبِ فراق میں گمراہ دیکھ کر
وہ دل میں اپنی یاد کی شمعیں جلا گئے

☆

اے یار لطفِ صحبتِ دیرینہ اب کہاں
وہ میرے ہم نشیں وہ مرے ہمنوا گئے

☆

وہ بھی تھا شاید فریبِ اعتبار
وہ کیا ہم نے جو تم کہتے رہے

☆

وہ ملے ہم سے تو مثلِ اجنبی
گو سدا اک شہر میں رہتے رہے

☆

سننے والے سو گئے ہم صبح تک
داستانِ دردِ دل کہتے رہے

☆

ابتدائے رہِ الفت توبہ
آج یہ حال ہے کل کیا ہوگا

☆

اپنی نظریں بھی مجھے دیں گی فریب
میں جو دیکھوں گا وہ دھوکہ ہوگا

☆

دو وقت بہم ملتے ہوئے دیکھے ہیں میں نے
کیوں یاد مجھے ان کی سرِ شام نہ آئے

☆

کچھ تو رکھ لیتے دوستی کا بھرم
وہ نہ کرتے کرم ستم کرتے

☆

روزِ محشر کا انتظار کجا
فیصلہ کچھ یہیں نہ ہو جائے

☆

بس کر اے جذبِ دل کہ بے پردہ
کوئی پردہ نشیں نہ ہو جائے

☆

پھونک دے دل کہیں نہ سازِ دروں
کچھ دھواں سا یہ اٹھ رہا ہے کیا

☆

کسی کو دیکھتا ہوں یار میں آسودہ ءِ الفت
مجھے گزرا ہوا اپنا زمانہ یاد آتا ہے

☆

یا اڑا کرتا تھا اوجِ آسماں پر میں کبھی
یا یہ عالم ہے کہ جیسے میرے بال و پر نہیں

☆

عمر قیدِ قفس میں گزری ہے
اب تمنا نہیں رہائی کی

☆

ہر چند پکارا ہے وہ آئے نہ موت آئی
تنہائی سی تنہائی ہے یہ مری تنہائی

☆

یا میرا نشیمن بھی صد رشکِ گلستاں تھا
یا میرا ٹھکانہ اب بردوش زمانہ ہے

☆

میں ہوں اک خانہ بدوش اب میرا کوئی گھر نہیں
شکر ہے آرائش وزینت کا دردِ سَر نہیں

☆

بادل میں چھپا دیکھتے ہیں اس کو مہِ نَو
کہہ دو کہ وہ اس طرح لبِ بام نہ آئے

☆

ہے نامِ خدا لب پر اور یادِ بتاں دل میں
کعبہ کو چلا ہوں میں ازراہِ صنم خانہ

☆

یادش بخیر جاگ اٹھا ہوں میں خواب سے
یارانِ رفتگاں نے پکارا کہیں نہ ہو

☆☆☆

ختم شد

